کتاب میلاد النبی

موسوم بہ

کوکب دُرّی

مصنفہ سُہروردیہ بیگم

بنت حضرت مولنا عبید اللہ العبیدی السُّہروردی غفر لہ اللہ السرمدی

طبع دوم

سنہ ۱۳۵۴ھ مطابق سنہ ۱۹۳۵ عیسوی

۲۰۰۰ جلد

قیمت مجلد آٹھ آنہ

فہرست مضامین کتاب میلاد النبیؐ موسوم بہ کوکب دُری مصنفہ سہروردیہ بیگم

غلط نامہ

ٹائیٹل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ٹائیٹل	۷	غفراللہ	غفرلہ اللہ

مصنفہ کے خاندانی حالات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۶	خامی	حامی
۵	۱۵	اشیاز	امتیاز

مقالہ از حضرت گرامی مولنا خواجہ حسن نظامی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
د	۵	مامون	المامون
د	۸	نطام	نظام

مقدمہ از قلم بلاغت رقم مولنا ابوالکلام آزاد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ز	۳	معفورہ	مغفورہ
ز	۳	حجستہ	نجستہ

دیباجہ (از مصنفہ)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ک	۴	نہ ہوں گی	نہ ہوگی
ک	۷	لِیَ اَلبُکَاءُ	لِی اَلبُکَا

کتاب کوکب دُرّی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	الاَبصَارُ	الاَبصَارَ
۲	۳	البیان	البنیان
۲	۱۷	ندالیستہ	ندانستہ
۶	حاشیہ	بہاڑوں	پہاڑوں
۹	۵	یاک	پاک
۱۰	۷	سرزمین کے	سرزمین کی
۱۰	۷	اپنے ذرّیت	اپنی ذرّیت
۱۱	۳	بیالیس[۴۲]	بیالیس[۱؎]
۱۱	۶	بولتے ہیں	بولتے ہیں[۲؎]
۱۱	۱۱	کہیں	کہیں
۱۲	۱۴	ماوئی	ماوائے
۱۳	۱۰	بصرہ	بصریٰ
۱۵	۹	شام کو	شام کا
۱۵	۱۰	سنہ ۱۵ھ کو	سنہ ۱۵ھ میں
۱۶	۳	زہرت	زہرہ
۱۶	۸	میٔ	می
۱۶	۱۶	زہرت	زہرہ
۱۹	۱	جرارت	جرأت
۱۹	۱۴	درایت سخاوت	درایت سخاوت
۲۱	۱۶	ڈور	دوڑ
۲۱	۱۷	ایک عورت	ایک عورت کے

مضامین	صفحہ

دیباچہ طبع ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میلاد شریف کی مروجہ کتابوں میں عموماً یہ نقص پایا جاتا تھا کہ وہ ضعیف روایتوں اور موضوع حکایتوں سے بھری ہوتی تھیں اور نئی روشنی والے اُس پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ نیز غیر مسلم متعصب اقوام، اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السّلام پر اعتراض کا موقع پاتے تھے۔ اِس لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے صحیح اور مستند حالات درج ہوں اور آپ کی پیدایش کی ضرورت توراتؔ انجیل اور دیگر کتب سابقہ سے ثابت کی جائے اور آپ کا حسب ونسب مستند تاریخی حوالوں سے دکھایا جائے۔ اِس ضرورت کو پیش نظر رکھکر ہمشیرہ محترمہ سہروردیہ بیگم مرحومہ نے برادر محترم افتخار الملۃ علامہ سر عبداللہ المامون سہروردی مرحوم کی فرمایش پر یہ کتاب سنہ ۱۹۰۸ء میں تصنیف فرمائی تھی۔ اس پر ہندوستان کے اکابر علما وفضلا مثلاً مولانا شبلی، مولانا حالی، رائٹ آنرایبل سیّد امیر علی، نواب سر احسن اللہ وغیرہ اور مشہور جرائد مثلاً پیسہ اخبار، چودھویں صدی، حبل المتین وغیرہ کے اڈیٹروں نے تقریظیں لکھیں۔

برادر مرحوم نے اس کو دوبارہ طبع کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور بتاریخ ۱۲- جنوری سنہ ۱۹۲۵ء واصل بحق ہوگئے اور ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ اِنّا للہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ اِس لئے اب میں اس کتاب کو طبع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۲	اندھیری	اندھیرے
۲۳	۷	آسف	اساف
۲۶	۳	بصرہ	بصریٰ
۲	۶	البتہ	[illegible]
۲۶	۸	عزیز	عُزَیر
۲۸	۹	رَبّیُون	رِبّیُون
۲۹	۱۷	مبدا	مبدأ
۳۰	۱۵	اگے	اگی
۳۰	۱۶	جرات	جرأت
۳۰	۱۸	خدا	خدا کو
۳۴	۱۲	القہار	القہّار
۳۵	۱۱	ملک	ملکت
۳۷	۷	رحاء	[illegible]
۳۷	۷	یبلی	یبتلی
۳۷	۱۰	سُجُودًا	وُجُودًا
۳۷	۱۱	یَدٌ	یَمٍّ
۳۷	۱۱	هَطَلٍ	هَطِلٍ
۳۸	۱۶	ید	وید
۳۹	۴	شمع سے	سے شمع
۳۹	۹	مدیح وکلیم	مدیح کلیم
۴۱	۱۱	پیدا کیا	پیدا کی
۴۲	۱۸	مستعانِ	مستعان
۴۴	۵	اِقرَأ	اِفتَرا
۴۴	۷	شدید القوی	شدید القویٰ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۱۰	خواہش کرتے	خواہش لہ کرتے
۴۶	۱۲	الم	الم ۵
۴۶	۱۳	وَوَجَدَكَ	وَوَجَدَكَ
۴۷	۱۵	وَوَجَدَكَ	وَوَجَدَكَ
۴۶	۱۶	مَاوَدَّعَكَ	مَاوَدَّعَكَ
۴۷	۱۲	دعوت کی	دعوت دی
۴۸	۸	غالب	غالب لہ
۵۰	۸	اونگلیان	انگلیاں
۵۰	۱۷	برکت والا	برکت والا ہے
۵۲	۱۷	فِعْلَ	فَعَلَ
۵۳	۷	تشریف	تشریف آوری
۵۲	۱۰	جرارت	جرأت
۵۳	۱۹	کالزُّهرِ	کالزَّهرِ
۵۳	۱۹	تَرَفٍ	تَرَفٍ
۵۳	۱۹	شَرَفٍ	شَرَفٍ
۵۸	۶	ون	رن
۵۹	۷	تَشَاءُ	تَسَا
۵۹	۸	بچّا	بچا

کتاب کوکب دُرّی پر تقریظیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ج	۱۴	تیج	نتیج
ج	۱۵	میری	میرے
و	۱۴	حق ادا	حق نہ ادا
ز	۱۱	امنیر	آمیز
ز	۱۴	نفع کی لالچ	نفع کے لالچ
ز	۱۹	ہندوستان	ہندوستانی

مُصنفہ کے خاندانی حالات

(از خان بہادر رضا علی صاحب وحشت پروفیسر اسلامیہ کالج کلکتہ)

نام آپ کا خجستہ اختر بانو سہروردیہ بیگم اور تخلص اختر تھا۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۵ء میں شہر ڈھاکہ میں ہوئی تھی۔ مولنا عبیداللہ سہروردی متخلص بہ عبیدی کی آپ بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے دادا کا نام شاہ امین الدین احمد سہروردی تھا۔ آپ کے آبا و اجداد میں سے ایک بزرگ مولنا رُکن الدین سہروردی ایران سے ہندوستان آئے اور پھر یہیں مقیم ہوگئے مولنا عبیدی مضافات میدنی پور میں پیدا ہوئے تھے۔ قصبۂ سہرورد آپ کے اسلاف کا وطن تھا جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے:-

نژادم گل زمین سہرورد است	اگرچہ ہندم آمد بوم و مسکن
بنظم فارسی ناب من نک	شود این دعویم نیکو مبرہن

مولنا عبیداللہ العبیدی اپنے زمانہ کے قابل ترین شاعر و اہل قلم تھے۔ اُردو کے علاوہ جو آپ کی مادری زبان تھی، فارسی، پہلوی، دری، بنگلہ، سنسکرت، عربی، عبرانی، سُریانی، لاطینی، یونانی وغیرہ زبانوں سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ مگر خاص طور پر انگریزی، عربی، اور فارسی پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ کی طبیعت کو شاعری سے قدرتی مناسبت تھی۔ شاعروں میں آپ حافظ، سعدی اور قاآنی کے پیرو تھے۔ نثر بھی آپ نہایت شُستہ اور سلیس لکھا کرتے تھے۔ مخمور خواہرزادہ وصال شیرازی نے آپ کی قابلیت کا اعتراف ذیل کے اشعار میں کیا تھا:-

نبود ز فارس لیک بدستور فارسی	ظاہر شود کہ بود بہ شیراز جای او

کرا کے شائع کر رہا ہوں طبع سابق میں کتابت کی جو غلطیاں رہ گئی تھیں اس طبع میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے اور چونکہ یہ کتاب کلکتہ یونیورسٹی کے اُردو کے نصاب میں داخل ہو گئی ہے اِس لئے طلبہ کی سہولت کے لئے آیات قرآنیہ کے ترجمے حاشیہ پر لکھدیئے گئے ہیں اور رکوع کے حوالے بھی دیدیئے گئے ہیں۔

میرا فرض ہے کہ میں خاص طور سے حضرت مولٰنا خواجہ حسن نظامی صاحب، اور مولٰنا ابوالکلام آزاد، اور جناب خان بہادر رضا علی صاحب وحشت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں ان لوگوں نے اپنے پُرزور قلم سے کتاب کوکب دُرّی پر اپنی رائیں ظاہر کیں نیز مصنفہ کے حالات لکھے جو پہلے حصّہ میں درج کئے گئے ہیں۔

میں اس سلسلے میں مولٰنا فضل الرحمٰن صاحب باقی لکچرار کلکتہ یونیورسٹی اور مولوی عبدالکریم پروف ریڈر کلکتہ یونیورسٹی پریس کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اِن حضرات نے اس کام میں بڑی خوشی سے میری اعانت فرمائی یہ واقعہ ہے کہ اگر ان کی اعانت میری شریک حال نہ ہوتی تو میں اپنے فرائض سے اس قدر جلد عہدہ برا نہ ہوسکتا۔

کاشانہ نمبر ۳ سہروردی ایونیو کلکتہ
۱۵- اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۱۰- محرم ۱۳۵۴ھ

خاکسار
حسان سہروردی

لیڈی تھیں۔ اس اسکول کا افتتاح کیا تھا۔ اُس وقت اسکول کی ابتدا صرف گیارہ لڑکیوں سے ہوئی تھی۔ لیکن بعد کو مرحومہ کی کوشش اور اُن کے مرحوم بھائی علامہ سر عبداللہ المامون السہروردی اور مرحوم مؤیدالاسلام آقا سید جلال الدین الحسینی کی تائید سے اُس نے ایسی مقبولیت حاصل کر لی کہ ۱۶۔ فروری ۱۹۱۳ء کو نمبر ۱۴۔ میڈیکل کالج اسٹریٹ میں اُسے منتقل کیا گیا اور وسیع پیمانہ پر تعلیم کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ پھر نمبر ۵۶ مرزا پور اسٹریٹ میں منتقل ہوا اور بڑی ترقی کی یہاں کی لڑکیاں سرکاری امتحانات کے درجۂ اوّل میں کامیاب ہو چکی ہیں۔ اور بعض نے وظائف بھی حاصل کئے ہیں۔ اس میں انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و تربیت کا بھی پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی اصلاح کے لئے جو کمیشن سر مائیکل سیڈلر کے زیر صدارت قائم ہوا تھا اس کی رپورٹ میں مرحومہ کی رائے تعلیم نسوان کے موضوع پر طبع ہو چکی ہے اور پارلیمنٹری بلو بک[۱] میں بھی ان کا ذکر اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ خاتون کی حیثیت سے بہت خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

سہروردیہ بیگم کی شادی اُن کے چچازاد بھائی سر زاہد سہروردی ایم۔ اے۔ بی ایل بیرسٹرایٹ لا۔ جج ہائی کورٹ کلکتہ سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ ایک کا نام حسن شاہد سُہروردی اور دوسرے کا نام حسین شہید سُہروردی ہے۔ یہ دونوں بھائی کلکتہ یونیورسٹی نیز انگلستان کی اکسفرڈ یونیورسٹی کے آنرس گریجویٹ اور کلکتہ یونیورسٹی کی سینٹ کے ممبر ہیں۔ حسن شاہد سُہروردی صاحب فی الحال کلکتہ یونیورسٹی میں فنون لطیفہ کے پروفیسر ہیں۔ آپ بڑے ادیب اور زباندان ہیں۔ چنانچہ انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، جرمنی۔ روسی وغیرہ زبانوں پر آپ کو کامل عبور ہے۔

---

[۱] جوائنٹ سلکٹ کمیٹی، گورنمنٹ آف انڈیا بل ۱۹۱۹ء جلد ۳ صفحہ ۲۵۔ بادشاہی اسٹیشنری آفس لندن۔

مولنا عبیدی کی شہرت بحیثیت ایک کامیاب مصنّف کے صرف ہندوستان ہی تک محدود نہ تھی بلکہ یورپ تک بھی پہنچ چکی تھی۔ اشعار ذیل میں جو مولنا نے اپنے خاص شاگرد رائٹ آنرایبل سیّد امیر علی مرحوم کو مخاطب کرکے لکھے تھے اسیطرف اشارہ کیا ہے :-

زنست شہرتم ار شہرتے مرا باشد	وگر نہ نامم در لندن از کجا باشد
شمیم سنبل و ریحان کجا رسد تا دور	اگر نہ حامل آن قاصد صبا باشد

مولنا عبیدی اپنے کمال علم وفضل سے مسلمانوں کے ویدیا ساگر (یعنی بحرالعلوم) تسلیم کئے جاتے تھے، تعلیم نسوان اور مغربی تعلیم کی حمایت میں آپنے بڑی پیش قدمی کی تھی،

سہروردیہ بیگم نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر تربیت حاصل کی تھی۔ آپ اپنے زمانہ کی ایک نہایت لائق اور فاضل خاتون تھیں۔ آپ کی علمی استعداد اعلیٰ درجہ کی تھی۔ آپ پہلی مسلمان خاتون تھیں جو باوجود پردہ نشیں ہونیکے دارالعلوم کیمبرج کے سینیر یعنی اعلیٰ امتحان میں کامیاب ہوئیں اور پھر حکومت ہندوستان کی مجلس امتحانات (یعنی بورڈ آف اکزامنرس) سے سند اعزاز (ڈگری آف آنرس) بھی حاصل کی۔ آپ پہلی خاتون تھیں جن کو کلکتہ یونیورسٹی میں درجہ ایم۔ اے۔ کے ممتحن ہونیکی خصوصیت حاصل ہوئی۔ تعلیم نسوان کی آپ بڑی حامی تھیں۔ آپ نے ۹۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کو ایک گرلز اسکول کی بنیاد ڈالی تھی جو آگے چل کر سہروردیہ بیگم مسلم گرلز اسکول کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ اس اسکول کی ترقی اور تعلیم نسوان کی تحریک کی خدمات میں صرف کردیا۔ لیڈی منٹو نے جو اُس وقت کے وائسرائے کی

مشکی مرحوم کے پوتے اور شاہزادہ فتح حیدر کے نواسے ہیں۔ مرحوم سر عبداللہ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

تیسرے بھائی کرنل سر حسان سہروردی، او۔ بی، ای۔ ایل۔ ایل۔ ڈی، ڈی ایس۔ سی، ایم۔ ڈی، ایف۔ آر۔ سی۔ ایس، ڈی۔ پی۔ ایچ ہیں۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جو کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور بنگال کونسل کے نائب صدر اور صدر کلیہ طبابت جامعۂ کلکتہ (ڈین آف دی فیکلٹی آف میڈیسنس کلکتہ یونیورسٹی) منتخب ہوئے ہندوستانیوں میں لندن یونیورسٹی کی اعزازی ایل، ایل، ڈی کی ڈگری حاصل کرنے وایسٹ انڈین ریلوے کے چیف میڈیکل آفیسر ہونے کی خصوصیت آپ ہی کو حاصل ہے آپ ہندوستان کے مشہور سرجن (جراح) کرنل آر۔ برڈ۔ آئی۔ ایم۔ ایس کے شاگرد رشید ہیں۔ اوائل عمر ہی سے آثار قابلیت آپ کی پیشانی سے نمایاں تھے۔ چنانچہ اٹھائیس سال کا عرصہ ہوا کہ زمانہ نوعمری میں آپ نے امیر حبیب اللہ بادشاہ افغانستان کے ہمراہ حکومتِ ہند کی جانب سے تمام ہندوستان کی سیر کی اور چونکہ امیر اس ملک کی زبان سے ناآشنا تھے، اس لئے زبان فارسی میں آپ ہی ان کے ترجمان رہے آج ہندوستانیوں میں آپ پہلے شخص ہیں جن کو حضور وائسرائے کے آنریری سرجن ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ اوائلِ عمر میں امیر افغانستان کے ساتھ ہندوستان کی سیر نے آپ کے دل میں سیر و سیاحت کا ایسا شوق پیدا کر دیا کہ وقتاً فوقتاً یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیر کی اور علم و تجربہ کا وافر ذخیرہ حاصل کیا۔

سر حسان سہروردی کے حُسن اخلاق نے ایک زمانہ کو ان کا مدّاح بنا دیا ہے۔ اُن کے مداحوں اور دوستوں کا حلقہ نہایت وسیع ہے اور اس میں ہر مذہب و ملت کے

آپ کے چھوٹے بھائی حسین شہید سہروردی صاحب ایم۔اے۔بی۔سی۔ایل بیرسٹرایٹ لا، بنگال کونسل کے ممتاز ممبر اور مسلمانوں کے مشہور لیڈر ہیں۔ اسلام کی شاندار خدمات کے سلسلہ میں آپ کا نام بہت مشہور ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے نہایت قابل اور سربرآوردہ بیرسٹروں میں آپ کا شمار ہے۔

سُہروردیہ بیگم کے چار بھائی تھے جن کا ذکر کئے بغیر مرحومہ کے حالات زندگی مکمل نہیں ہوسکتے۔ یہ چاروں بھائی مرحومہ سے سن میں چھوٹے تھے اور سبھوں نے ابتدائی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی تھی۔ بھائیوں میں سب سے بڑے محمد المامون سہروردی مرحوم ایک ہونہار اور پُرجوش مسلمان تھے۔ مگر افسوس کہ بی۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ہی عالمِ نوعمری میں دنیا سے رحلت کر گئے۔

دوسرے بھائی مرحوم و مغفور علامہ سر عبداللہ المامون سہروردی ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی۔ایل۔ایل۔ڈی۔ڈی۔لٹ۔ بیرسٹرایٹ لا تھے۔ جنھوں نے بحیثیت ممبر بنگال کونسل، نیز ممبر لیجیسلیٹو اسمبلی مسلسل پچیس[۲۵] سال تک بڑی بڑی قومی خدمات انجام دیں۔ آپ کی اسلامی خدمات کے صلہ میں سلطان عبدالحمید مرحوم نے تمغۂ مجیدی عطا فرمایا تھا اور مظفر الدین شاہِ ایران نے افتخار الملۃ کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ آپ ایک عرصہ تک کلکتہ یونیورسٹی میں علوم شرقیہ و قانون کے سربرآوردہ پروفیسر اور تعلیمات کی کمیٹی کے صدر رہے۔ اِسلامی قانون میں آپ کو غیر معمولی استعداد حاصل تھی۔ چنانچہ ٹاگور پروفیسری کے منصب پر بھی مامور ہوئے۔

آپ کی شادی جناب میرزا محمد علی نقی صاحب سابق "شریف کلکتہ" کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ میرزا علی نقی صاحب خاندانِ میسوری کے ایک معزز رُکن ہیں۔ آپ میرزا

قطعہ

اختر یار رفت سُوی آسمان	از گلستان رخصت بلبل شدہ
سال فوتش گفت زاہد۔ وائے وائے	شمع بزم سہروردی گل شدہ

۱۳ ۳۷ ہجری

دیگر

چو سُہروردیہ بیگم برفت از دنیا	بباغِ خلد بلطفِ کریم کرد قیام
نویدِ مغفرتش داد رحمتِ باری	رسید از کرم کبریا باو پیغام
کہ ای زخوبیِ اوصاف تُو جہان روشن	سپردہ شد بتو جنت ہمین تراست مقام
برای گفتن تاریخ چون شدم مائل	کسی بگفت کہ وحشت بگو فروغِ دوام

۱۳۳۷ ہجری

سُہروردیہ بیگم کے آبا و اجداد کے نسب کا سلسلہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی رحؒ سے ملتا ہے جن کا مزار قبۂ شیخ عمر کے نام سے بغداد شریف میں مشہور ہے۔ شیخ سعدیؒ آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے جیساکہ اپنی کتاب بوستاں میں اُنھوں نے فرمایا :-

نمی گویمت این ز سعدی شنو	ہمی بلکہ از سہروردی شنو
مرا پیر دانای فرخ شہاب	دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ بر غیر بدبین مباش	دوم آنکہ بر خویش خودبین مباش

اُردو کے مشہور شاعر شمس الدین ولی بھی اس طریقہ کے خاص مریدوں میں سے

افراد داخل ہیں۔

ملک معظم نے ان کی قومی خدمات کے سلسلہ میں قیصر ہند درجۂ اوّل کا تمغہ عطا فرمایا ہے۔

آپ کی شادی نواب سیّد محمد مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ نواب سیّد محمد جو اُردو نثر نگاری میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور جن کے مضامین تخلص آزاد، اودھ پنچ میں برابر شائع ہوتے رہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے، بنگال کے ایک عدیم المثال فرد تھے۔ سر حسان سُہروردی کا ایک لڑکا جو نہایت ہونہار تھا سولہ برس کی عمر میں اپنے والدین کو داغِ مفارقت دے گیا۔ سر حسان کی اولاد میں اب صرف ایک لڑکی، شائستہ اختر بانو سُہروردیہ بیگم رہ گئی ہیں۔ اللہ ان کی عمر دراز کرے۔ غیر معمولی ذہانت اور قابلیت رکھتی ہیں۔ انگریزی میں بی۔ اے۔ آنرس لیا۔ اُردو میں اُن کی استعداد قابل صد تحسین ہے۔ اُردو ادب سے انہیں ایک قدرتی لگاؤ ہے۔ اور اُمید کی جاتی ہے کہ وہ بھی مصنفۂ کوکب دُرّی کی طرح اُردو ادب کی خدمت کر سکیں گی۔ اُن کی شادی مسٹر محمد اکرام اللہ ایم۔ اے (کیمبرج) آئی۔ سی۔ اس۔ سے ہوئی ہے۔

سُہروردیہ بیگم کے سب سے چھوٹے بھائی آنرایبل محمود سُہروردی ہیں جو بحیثیت ممبر کونسل آف اسٹیٹ گذشتہ دس سال سے نمایاں قومی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی دختر مولوی عبداللطیف مرحوم ساکن میدنی پور سے ہوئی۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

افسوس صد افسوس کہ سہروردیہ بیگم کی زندگی نے ابھی اکتالیسویں سال سے باہر قدم نہیں رکھا تھا کہ بتاریخ ۱۲۔ جنوری ۱۹۱۹ء مطابق ۹۔ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ آپ نے اس دنیا سے رحلت کی۔

مقالہ از حضرتِ گرامی مولنا خواجہ حسن نظامی

چشتی۔ سُہروَردی تعلق

تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے سہروردی مشائخ چشتی مشائخ سے بھی پہلے آگئے تھے مگر حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری کے بعد چشتیوں کا غلغلہ زیادہ بڑھ گیا پھر بھی ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں سہروردی مشائخ تبلیغ روحانیت اسلام میں مصروف تھے۔

حضرت بابا فریدالدینؒ گنج شکر حضرت خواجہ صاحب اجمیری کے دوسرے واسطہ پر جانشیں تھے اور پنجاب کے ضلع منٹگمری میں بمقام پاک پٹن مقیم تھے۔ اس وقت ملتان میں سہروردیہ خاندان کے پیشوا حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی سے تمام ہندوستان فیضیاب ہو رہا تھا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ سید نظام الدینؒ اولیا سلطان المشائخ محبوب الٰہی کا دہلی میں جب اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تو سلطان علاؤالدین خلجی کے بیٹے سلطان قطب الدین خلجی کو سیاسی انقلاب کا اندیشہ ہوا اور اس کو صلاح دی گئی کہ حضرت سلطان المشائخ چشتی ہیں اور ملتان کے مشائخ سہروردی ہیں اور ان دونوں کے آپس میں رقابت ہے۔ اگر ملتان سے کسی سہروردی بزرگ کو بلایا جائے تو شاہی دربار کے امراء اور شاہی فوج کے افسر دو جگہ تقسیم ہو جائینگے اور ان دونوں کی باہمی رقابت دونوں کا اثر زائل کر دے گی۔

بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی اور اس نے ملتان سے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی

تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب نور المعرفت میں ذکر کیا ہے۔ شیخ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ کے خلیفہ ہندوستان میں تھے جن کے داماد مشہور شاعر عراقی تھے اور عبداللہ سہروردی جن کی شادی بادشاہ بہلول لودی کی لڑکی سے ہوئی تھی، بڑے صاحب کشف وکرامات تھے۔ ان کا مقبرہ لیڈی ہارڈنگ زنانہ ہسپتال واقع نئی دہلی کے مقابل ابتک قائم اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین کے فرزندوں میں سے ایک جو شمس العارفین وترکمان شاہ وترکمان بیابانی کے نام سے مشہور تھے دہلی کے مقبرہ موسوم بہ دروازہ ترکمان میں مدفون ہیں۔ ہندوستان کے دیگر مقامات مثلاً منیر شریف، بہار شریف اور پنڈوے میں بھی اکثر بزرگ اس طریقہ کے گذرے ہیں جنھوں نے پہلے پہل ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے بڑی جد و جہد کی ہے

راقم

رضا علی۔ وحشت

پروفیسر اسلامیہ کالج کلکتہ

"بَلْ مَذْهَبَكَ وَذَهَابَكَ" (بلکہ اپنے مذہب اور اپنے سفر کو بھی چھپاؤ)۔
اس کے بعد دونوں بزرگ مسکرائے اور کوئی شخص اِن فقروں کا مطلب نہیں سمجھا۔ مولٰنا
سہروردی کے بھائی بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھے انہوں نے کہا ہندوستان
کے دو بڑے عالم اسوقت جمع ہیں۔ میں ایک مذہبی سوال کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا کیا سبب تھا۔ مولانا سہروردی نے
فرمایا۔ رسول اللہؐ کے کمال کی تکمیل اس بات پر منحصر تھی کہ حضرتؐ مکہ کو چھوڑیں اپنے
گھر سے جدا ہوں اور سفر کی تکلیف اُٹھاکر مدینہ جائیں اور کمالات کی تکمیل کریں۔
سلطان جی صاحب نے فرمایا میرے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کے
ناقصوں کی تکمیل اس پر منحصر تھی کہ حضرتؐ اپنے وطن سے ہجرت کرکے رنج و تعب کو
برداشت کرکے مدینہ میں جائیں اور وہاں کے ناقصوں کو کامل بنائیں۔

نکتہ ان سب باتوں میں نکتہ یہ تھا کہ حضرت مولٰنا سہروردی نے فرمایا کہ بادشاہ
کو آپکے دُنیاوی اقتدار کا خوف ہے۔ اس واسطے اپنے اقتدار کو پوشیدہ
رکھیئے۔ سلطان جی نے جواب دیا کہ آپ کو ملتان سے اس لئے بُلایا گیا ہے کہ ہم دونوں
آپس میں لڑیں۔ لہٰذا آپ اختلافی عقائد مذہب اور اپنے سفر کے مقصد کو بھی مخفی
رکھئے اور مولٰنا سہروردی کے بھائی کے سوال جواب میں یہ نکتہ تھا کہ مولٰنا رکن الدین
ابوالفتح ملتان سے دلّی میں کیوں آئے؟ مولٰنا سہروردی نے فرمایا میں ناقص تھا۔
سلطان جی صاحب سے کمالات کی تکمیل کرانے کے لئے آیا ہوں۔ سلطان جی صاحب
نے فرمایا میں ناقص تھا مجھے کامل بنانے آئے ہیں۔

سیاسی زک قصّہ مختصر خلجی شہنشاہ کا منصوبہ پورا نہ ہوا اور چشتی سہروردی مشائخ کی

کے پوتے حضرت مولانا رکن الدین ابوالفتح کو دہلی میں بلایا اور جب وہ دہلی شہر کے قریب پہنچے تو بادشاہ اپنے امراء اور وزراء اور فوجی سرداروں کے ساتھ شہر کے دروازہ پر استقبال کے لئے گیا اور جب حضرت رح کو سامنے آتا ہوا دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اُترا اور حضرت مولانا رح کی رکاب کو بوسہ دیا اور رکاب پکڑ کر پیدل ساتھ چلا اور پوچھا کہ یہاں سب سے پہلے آپ سے کون ملا؟ حضرت مولٰنا نے فرمایا "جو دلّی میں سب سے اچھا ہے" بادشاہ نے سمجھا چونکہ سب سے پہلے میں ملا ہوں اس واسطے حضرت مجھے سب سے اچھا فرما رہے ہیں۔ اسواسطے اس نے عرض کی کہ حضرت اس کا نام بتایئے جو دلّی میں سب سے اچھا ہے۔ حضرت مولٰنا نے فرمایا "میں سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیا رض کو سب سے اچھا سمجھتا ہوں جو میرے استقبال کے لئے دلّی سے ایک منزل دور تک گئے تھے۔

بادشاہ کو یہ جواب سُنکر بہت مایوسی ہوئی کہ جس مقصد کے لئے ان کو بلایا گیا ہے اس کا نتیجہ اُلٹا نظر آتا ہے۔

ملاقات دوسرے دن حضرت مولٰنا رکن الدین ابوالفتح حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر گئے سلطان جی نے سُنا تو آپ قیامگاہ کے باہر آگئے اور دروازہ میانگی میں ملاقات ہوئی (یہ دروازہ ابتک حضرت رض کے مزار کے شرق میں سید شمس الدین خاں اتگہ خاں اعظم کے مقبرہ کی دیوار کے نیچے موجود ہے)۔

دروازہ میں فرش بچھا دیا گیا اور دونوں بزرگ وہاں بیٹھ گئے سلطان جی صاحب نے ایک سو ایک اشرفیاں ڈھاکہ کی بنی ہوئی ململ میں باندھ کر مولٰنا ابوالفتح کے سامنے بطور نذر کے رکھیں مولٰنا نے دیکھا ململ باریک ہے اور اشرفیاں نظر آرہی ہیں تو تبسّم فرمایا "اُسْتُرْ ذَهَبَكَ" (اپنے سونے کو چھپاؤ) سلطان جی صاحب نے جواب دیا

"بَلْ مَذْهَبَكَ وَذَهَابَكَ" (بلکہ اپنے مذہب اوراپنے سفرکو بھی چھپاؤ)۔
اس کے بعد دونوں بزرگ مسکرائے اور کوئی شخص ان فقروں کا مطلب نہیں سمجھا۔مولنا
سہروردی کے بھائی بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھے انہوں نے کہا ہندوستان
کے دو بڑے عالم اسوقت جمع ہیں۔میں ایک مذہبی سوال کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا کیا سبب تھا۔مولانا سہروردی نے
فرمایا۔رسول اللہؐ کے کمال کی تکمیل اس بات پر منحصر تھی کہ حضرتؐ مکہ کو چھوڑیں اپنے
گھر سے جدا ہوں اور سفر کی تکلیف اُٹھاکر مدینہ جائیں اور کمالات کی تکمیل کریں۔
سلطان جی صاحب نے فرمایا میرے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کے
ناقصوں کی تکمیل اس پر منحصر تھی کہ حضرتؐ اپنے وطن سے ہجرت کر کے رنج و تعب کو
برداشت کر کے مدینہ میں جائیں اور وہاں کے ناقصوں کو کامل بنائیں۔

نکتہ ان سب باتوں میں نکتہ یہ تھا کہ حضرت مولنا سہروردی نے فرمایا کہ بادشاہ
کو آپکے دُنیاوی اقتدار کا خوف ہے۔اس واسطے اپنے اقتدار کو پوشیدہ
رکھیئے۔سلطان جی نے جواب دیا کہ آپ کو ملتان سے اس لئے بُلایا گیا ہے کہ ہم دونوں
آپس میں لڑیں۔لہٰذا آپ اختلافی عقائد مذہب اور اپنے سفر کے مقصد کو بھی مخفی
رکھئے اور مولنا سہروردی کے بھائی کے سوال جواب میں یہ نکتہ تھا کہ مولنا رکن الدین
ابوالفتح ملتان سے دلّی میں کیوں آئے مولنا سہروردی نے فرمایا میں ناقص تھا۔
سلطان جی صاحب سے کمالات کی تکمیل کرانے کے لئے آیا ہوں۔سلطان جی صاحب
نے فرمایا میں ناقص تھا مجھے کامل بنانے آئے ہیں۔

سیاسی زک قصّہ مختصر خلجی شہنشاہ کا منصوبہ پورا نہ ہوا اور چشتی سہروردی مشائخ کی

کے پوتے حضرت مولانا رکن الدین ابو الفتح کو دہلی میں بُلایا اور جب وہ دہلی شہر کے قریب پہنچے تو بادشاہ اپنے امرار اور وزرار اور فوجی سرداروں کے ساتھ شہر کے دروازہ پر استقبال کے لئے گیا اور جب حضرت رحؒ کو سامنے آتا ہوا دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اُترا اور حضرت مولانا رحؒ کی رکاب کو بوسہ دیا اور رکاب پکڑ کر پیدل ساتھ چلا اور پوچھا کہ یہاں سب سے پہلے آپ سے کون ملا؟ حضرت مولٰنا نے فرمایا ''جو دلی میں سب سے اچھا ہے'' بادشاہ نے سمجھا چونکہ سب سے پہلے میں ملا ہوں اس واسطے حضرت مجھے سب سے اچھا فرما رہے ہیں۔ اسواسطے اس نے عرض کی کہ حضرت اس کا نام بتایئے جو دلّی میں سب سے اچھا ہے۔ حضرت مولٰنا نے فرمایا ''میں سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدینؒ اولیا کو سب سے اچھا سمجھتا ہوں جو میرے استقبال کے لئے دلّی سے ایک منزل دور تک گئے تھے۔

بادشاہ کو یہ جواب سُنکر بہت مایوسی ہوئی کہ جس مقصد کے لئے ان کو بلایا گیا ہے اس کا نتیجہ اُلٹا نظر آتا ہے۔

ملاقات

دوسرے دن حضرت مولٰنا رکن الدینؒ ابو الفتح حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر گئے سلطان جی نے سُنا تو آپ قیامگاہ کے باہر آگئے اور دروازہ میانگی میں ملاقات ہوئی (یہ دروازہ ابتک حضرتؒ کے مزار کے شرق میں سید شمس الدین خاں اتگہ خاں اعظم کے مقبرہ کی دیوار کے نیچے موجود ہے)۔ دروازہ میں فرش بچھا دیا گیا اور دونوں بزرگ وہاں بیٹھ گئے سلطان جی صاحب نے ایک سو ایک اشرفیاں ڈھاکہ کی بنی ہوئی ململ میں باندھ کر مولٰنا ابو الفتح کے سامنے بطور نذر کے رکھیں مولٰنا نے دیکھا ململ باریک ہے اور اشرفیاں نظر آرہی ہیں تو تبسّم فرمایا ''اُسْتُرْ ذَهَبَكَ'' (اپنے سونے کو چھپاؤ) سلطان جی صاحب نے جواب دیا

اور حسین شہید سہروردی کے ساتھ میرے تعلقات ایسے ہیں جیسے اپنے قریبی قرابتداروں کے ہونے چاہئیں۔

بی بی حور اور بی بی نور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی والدہ ماجدہ رض کا مزار دہلی میں خواجہ قطب صاحب کی درگاہ کو جاتے ہوئے لب سڑک واقع ہے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی زلیخا تھا مگر یہ درگاہ ان کے نام سے مشہور نہیں ہے۔ بلکہ بی بی نور کی درگاہ کہلاتی ہے۔ اور بی بی نور رض اور بی بی حور حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کی صاحبزادیاں تھیں جن کا حضرت سلطان جی کی والدہ سے بہت تعلق تھا اور ان کی قبریں بھی حضرت کے مزار کے قریب بنائی گئی ہیں۔

کوکب دُرّی اس تاریخی تذکرہ کے بعد اب میں مختصر الفاظ میں محترمہ و مرحومہ خجستہ اختر بانو صاحبہ سہروردیہ بیگم کے اس رسالہ پر اظہار خیال کرتا ہوں جو کوکب دُرّی کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور جو نصاب تعلیم میں بھی داخل کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ ایک ایسی خاتون کا لکھا ہوا ہے جو پردہ میں تھیں اور جنہوں نے پرانی تہذیب کے ذریعہ تربیت و پرورش پائی تھی اور جن کو موجودہ زمانہ کے طریقہ تصنیف و تالیف کا اتنا علم نہیں تھا جتنا آجکل کی عورتوں کو ہے۔ مگر رسالہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ نے اس کو ایسی عمدگی سے مرتب کیا ہے جو آج کل کے زمانہ کے مرد مصنفین سے بھی ممکن نہیں ہے۔ یعنی روایتیں سب معتبر و مستند ہیں۔ طرز بیان عام ہے۔ زبان بہت صاف ہے اور انتخاب مضامین عورتوں اور کم عمر بچوں کے لئے بھی

باہمی اتحاد نے اس کو بہت بڑی سیاسی زک پہنچائی اور پھر اس وقت سے لے کر آجتک چشتیوں اور سہروردیوں میں باہمی تعلقات بڑھتے ہی رہے۔ کبھی اُن میں خرابی واقع نہیں ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۸ء

ستائیس برس کا ذکر ہے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں میرا کلکتہ جانا ہوا تھا اور میں اپنے مرحوم دوست سر عبداللہ ماموں سہروردی کے ساتھ اُن کی مرحومہ بہن خجستہ اختر بانو سہروردیہ بیگم اہلیہ سر زاہد صاحب سہروردی کے مکان پر بھی گیا تھا۔ میں نے اس وقت مشائخ ہندوستان کو منظم کرنے کے لئے ایک انجمن حلقہ نظام المشائخ کے نام سے قائم کی تھی۔ جس وقت میں نے اس انجمن کے مقاصد مرحومہ بیگم صاحبہ کو پس پردہ سُنائے تو انھوں نے فوراً حلقہ کی شرکت کے عہدنامہ پر دستخط کردیئے اور ان کے دونوں لڑکے حسن شاہد اور حسین شہید نے بھی دستخط کر دیئے اور اُن کے شوہر نے بھی اور ان کے بھائیوں نے بھی۔

سر حسان سہروردی

میں اس زمانہ میں بیمار تھا اور سر حسان سہروردی کلکتہ کے بڑے اسپتال میں ڈاکٹر تھے وہ مجھے اسپتال میں لے گئے۔ اور ایک انگریز ڈاکٹر میجر برڈ سے میرا معائنہ کرایا۔ اس کے بعد میں نے تمام بنگال اور صوبہ بہار کا دورہ کیا اور سب مشائخ میرے حلقہ میں شریک ہوگئے۔

گویا سہروردی خاندان نے سب سے پہلے میرے اس کام میں حصہ لیا اور میری ہمت بڑھائی پھر اس وقت سے لے کر آجتک اس خاندان کے سب چھوٹے بڑے افراد اپنے تاریخی تعلقات کو میرے ساتھ نبھا رہے ہیں چنانچہ سر زاہد سہروردی اور مرحوم مولانا سر عبداللہ سہروردی اور سر حسان سہروردی اور آنرایبل محمود سہروردی اور حسن شاہد سہروردی

مقدمہ

از قلم بلاغت رقم مولنا ابوالکلام آزاد

اب سے تقریباً تیس سال پہلے یہ رسالہ مرحومہ و مغفورہ، خجستہ اختر بانو بیگم نے لکھا تھا اُس وقت تک چونکہ مُروّجہ مجالس میلاد کی اصلاح کی کوئی کوشش ظہور میں نہیں آئی تھی، اور یہ اِس نوعیت کی پہلی کوشش تھی، اِس لئے عام طور پر پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی جیسا کہ اُن تقریظوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے جو بعض مشاہیر وقت کے قلم سے نکلی تھیں۔ اب اُن کے بھائی اور میرے معزز دوست کرنل سر حسان سہروردی اسے دوبارہ شائع کر رہے ہیں تاکہ مرحومہ کی یادآوری کا ذریعہ ہو اور جس مقصد سے یہ کوشش کی گئی تھی، اُس پر ابناء قوم متوجہ ہوں۔

مرحومہ کے والد مولنا عبیداللہ مرحوم سہروردی بنگال کے اُن چند مسلمانوں میں سے ہیں جنھوں نے جدید تعلیم کی ضرورت اُس وقت محسوس کی جبکہ مسلمانوں میں اس کا بہت کم احساس تھا۔ اُن کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ تعلیم کے اعتبار سے اُنھوں نے کوئی تفریق اپنے اولادِ ذکور و اناث میں جائز نہیں رکھی۔ اُنھوں نے جس طرح اپنے لڑکوں کی تعلیم کا اہتمام کیا، اُسی طرح اپنی لڑکی کو بھی تعلیم کا موقع دیا۔ مرحومہ مسلمانوں میں پہلی خاتون تھیں جنھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی، اور کیمبرج یونیورسٹی کے سینیر امتحان میں کامیاب ہوئیں۔ اُن کی کوششیں جو اُنھوں نے تعلیم نسوان کے رواج و ترقی کیلئے کی، خصوصیت کے ساتھ یادگار رہے گی۔

مجھے یاد ہے، میں نے پہلے پہل مولوی عبیداللہ مرحوم کا تذکرہ تہذیب الاخلاق کی

اور بڑی عمر والوں کے لئے بھی نہایت سبق آموز اور مفید ہے۔ مین ان افسرانِ تعلیم کی نظر انتخاب کی داد دیتا ہوں جنھوں نے اس رسالہ کو نصاب تعلیم مین داخل کیا۔ اس قسم کی کتابیں ہندوستانی لڑکیوں اور لڑکوں کی اخلاقی اور مذہبی زندگی درست کرنے کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہوسکتی ہیں۔

حسن نظامی

صدر کمیٹی منتظمہ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیا دہلی

۵ ماہ جیٹھ سنہ ۱۳۱۴ میلادی
مطابق ۵ جون سنہ ۱۹۲۵ء

دیباچہ

رہِ طرزِ نو گزینم زطراز نعت یکرہ
کہ دوکون شد کتابہ زطراز آستینش

سرِ کائنات عالم کہ بہ پائے ہمت او
چو سمند شد نثار کردہ فلک از در تمینش

کفِ معشر یقین را ہمہ یُسر در یسارش
رخ سالکان دین را ہمہ یمن در یمینش

آج کل خدا کے فضل سے ذکر تولد خیرالانام مروج عام ہے۔ کتب میلاد بھی بے شمار تصنیف ہوئی ہیں اور غالبًا ہو رہی ہیں اور مولود خوانوں کا سینہ بھی اس سُرودِ مقدس کا گنجینہ ہے۔ ایسی حالت میں اس کتاب پر بادی النظر میں تکثیر کثرت کا الزام لگ سکتا ہے اور اس بے بساط کا اس شاہراہِ عام میں قدم رکھنا فعل عبث معلوم ہوتا ہے اسلئے چند کلمے بطور توجیہ کے بیمحل نہ ہونگے۔

مُروجہ میلاد شریف کی کتابوں کے [illegible] ثابت ہوگا کہ اُن میں مصنّفوں نے عمومًا یہ التزام رکھا ہے کہ معمولی حمد و نعت کے بعد کچھ روایتیں ذکر میلاد کی فضیلت میں بہت تراش خراش سے لکھی جاتی ہیں وہ روایتیں اکثر ضعیف اور غیر مستند اور کبھی موہوم ہوا کرتی ہیں۔ پھر وقت تولد کے کچھ خوارق عادات مثل مرغ سفید کا شکم پر بازو ملنا اور ایک نوجوان کا شربت کا پیالہ لانا جو دودھ سے بھی زیادہ سفید اور شہد سے بھی زیادہ شیرین تھا اور دو سو عورتوں کا اور بقول بعضے چار سو عورتوں کا رشک و حسد سے مرجانا وغیرہ وغیرہ خلاف تہذیب خلاف واقع خیالی باتیں بڑے شد و مد سے لکھی جاتی ہیں اور صداقت بیان کی پروا نہ کرکے ایسے مہملات سے سامعین کے دل پر کسی طرح اثر پیدا کرنا مدنظر ہوتا ہے اور پھر کیفیات تولد اس بسط او تفصیل سے لکھے جاتے

جلدوں میں پڑھا تھا۔ سر سید احمد خان مرحوم نے جب تہذیب الاخلاق جاری کیا ہے، اور ہر طرف سے تضلیل و تکفیر کی صدائیں بلند ہونے لگی ہیں، تو اُس وقت تمام ملک میں معدودے چند اشخاص ہی تھے۔ جو ان کے خیالات سے متفق ہونے کی جرأت کر سکے معلوم ہوتا ہے، اُن میں ایک شخصیت مولوی صاحب موصوف کی بھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے وجود ملائکہ کی نسبت سر سید کو ایک خط لکھا تھا۔ سر سید کو اس صدائے اتفاق پر جو ڈھاکہ جیسے بعید اور غیر متوقع گوشہ سے اُٹھی تھی، نہایت تعجب ہوا تھا اور اُن کے خط کا ذکر کرتے ہوئے حافظ کا یہ شعر لکھا تھا کہ ؎

سرِ خدا کہ زاہد و عارف کسے نہ گفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید؟

خاندان میں کسی ایک قابل فرد کا نکل آنا، پورے خاندان کی ناموری کے لئے کافی ہوتا ہے، لیکن مولانا موصوف کی اولاد میں بیک وقت متعدد افراد قابلیت و شہرت کے لحاظ سے نمایاں ہوئے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے، جو کم خاندانوں کے حصے میں آتی ہے مولانا ممدوح کی ایک خصوصیت ان کے خیالات کی وسعت تھی۔ وہ مذہبی تعصب و تنگدلی کی تمام راہوں سے الگ تھے یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ان کی اس خصوصیت کا ورثہ اُن کے خاندان کے ہر فرد میں آج بھی نمایاں ہے اور ان کے دوستوں اور مداحوں کے حلقے میں ہر مذہب و ملت کے افراد پائے جاتے ہیں

مجھے اُمید ہے، اِس خاندان کے بے شمار احباب جو ملک کے ہر گوشہ میں موجود ہیں، اِس رسالہ کو مرحومہ کی یادگار سمجھ کر محفوظ رکھیں گے، اور اُن کی یہ سعی جو اصلاحِ مجالسِ میلاد کی بابت تھی، مقبول و مشکور ہوگی۔

کلکتہ - ۲۴ - جون ۱۹۳۵ء } ابو الکلام

چھوڑ دے سکتے ہیں برخلاف اور کتب میلاد کے اس میں نظم بھی قلیل ہے۔ مولود خوانوں کو اختیار ہے کہ رنگ آمیزی کے لئے جا بجا درود و سلام اور اشعار نعتیہ اپنے مذاق کے مطابق حسب سیاق کلام اضافہ کردیں۔ اگر یہ رسالہ مقبول ہوا اور جو غرض منظور نظر رکھی گئی ہے پوری ہو تو اس کمترین کی سعی نامشکور نہ ہوں گی۔

فَلَوْ قَبْلَ مَبْكَاهَا بَكَيْتُ صَبَابَةً
بِسُعْدَى شَفَيْتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنَدُّمِ
وَلٰكِنْ بَكَتْ قَبْلِيْ فَهَيَّجَ لِيْ الْبُكَاءُ
بُكَاهَا فَقُلْتُ الْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ

ہیں کہ ایسے ویسوں کی تو نہ پوچھئے اس سادہ گوئی اور بیباکی سے سریع الاعتقاد کا بھی پائے عقیدت کبھی کبھی لڑکھڑا جاتا ہے۔

اِن کتابوں کے دیکھنے اور سُننے سے جب میری طبیعت نہایت پریشان ہوئی تو میں نے خیال کیا کہ ذکر میلاد سرور کائنات کا منشا یہ نہیں ہوسکتا کہ فقط آں حضرتؐ کی تولد کی خبر دیجائے جو محض ایک امر واقعی ہے بلکہ اس کا پورا پورا بیان ہو کہ بعثت نبوی میں خداوند عالم نے کیا مصلحت مدنظر رکھی تھی اور ایک ایسے جلیل القدر شارع کی اُس زمانہ میں کیا ضرورت تھی اور آپ کی بعثت سے جمہور انام کو کیا نفع پہنچا۔ اگر یہ ثابت کیا جاسکے کہ حضرت خیر البشرؐ کے مبعوث کرنے سے کفر و ظلمت کو دنیا سے مٹانا اور صراط المستقیم کا دکھانا منظور تھا (اور بلا ریب و شک ایسی ہی مصلحت ایزدی تھی) تو ایسے ہزاروں خرق عادات اور معجزوں سے بڑھ کر ایسا بیان آں حضرت صلعم کی فضیلت اور شرف کو ثابت کر دکھائے گا۔

پس برادر عزیز عبد اللہ السہروردی کی فرمایش سے میں نے اُسی پیرایہ میں اس کتاب کو لکھنے کا اقدام کیا گو یہ کام مجھ بے بضاعت سے خاطر خواہ انجام ہونا دشوار تھا۔ اُمید کہ ناظرین اور سامعین محنت و مشقت کی داد دینگے۔

اِس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا حجم حدِ اعتدال سے زیادہ ہوگیا ہے مگر بخیالِ وسعت مضامین یہ امر ناگزیر تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ شاید ایک مجلس میں ساری کتاب کا پڑھنا سامعین کی سمع خراشی کا باعث ہوگا۔ اِسی خیال سے کچھ مضامین جو لابدی ہیں بخط جلی لکھے گئے ہیں اور جن مضمونوں کا ترک کرنا مخل معنی نہیں ہے اُن کو چھوٹے حرفوں میں لکھا ہے تاکہ مولود خواں حسب موقع و مناسب وقت چاہیں تو اُنکو

هو العلی العالی

فاتحہ

ہست کلید در گنج حکیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا تُدرِکُهُ الاَبصارُ وهُوَ یُدرِکُ الاَبصارَ وهُوَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ [1]

شمس تبریز	مالک الملک لا شریک لہٗ	وحدہٗ لا الٰہ الا ہو
وصال	ای کہ در ہیچ جا نداری جا	بوالعجب ماندہ ام کہ ہر جائی
سنائی	کفر و دین ہر دو در رہت پویان	وحدہٗ لا شریک لہٗ گویان
عمیدی	زگلشن روی تو بینم زہے رو بینو آرائی	زبستان بوی تو یابم زہے بو روح افزائی
	ترا می بینم اے مہ ارچہ در بینش نمی گنجی	ترا می دانم اے شہ ارچہ در دانش نمی آئی
سعدی	ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
	دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر	ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

[1] نظریں اس کو معلوم نہیں کر سکتیں اور وہ نظروں کو معلوم کر لیتا ہے (پارہ ۷ - سورہ انعام رکوع ۱۳)

نعت

محمدؐ عربی کابروی ہر دو سراست کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو

درود بیحد اور صلوۃ بیعد ہدیۂ جناب سیّدالمرسلین خاتم النبیین مصداق آیۂ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[1] ۔ مخاطب بخطاب طٰہٰ و یٰسین کہ جن کے لمعۂ فیض سے خاکدانِ دنیا پر نور اور نغمۂ توحید سے چار دانگ عالم پر سرور ہوا۔ جب خود خدا اُن کا مدّاح ہے تو بندوں کی کیا بساط کہ مدح سرائی میں زبان قاصر بیان کو کھولیں ؎

زلافِ حمد و نعت اولیٰ ست بر خاک ادب خفتن
سجودے می توان کردن درودے می توان گفتن

زہے صفاتت ز حصر بیرون گنجد بہ فہم آدم
چسان ببیند چسان سراید عیون الاعمیٰ لسان الابکم

ظلام کفر از تو گشتہ برہم بنای اسلام از تو محکم
توئی شہنشاہ ہر دو عالم زہے مکرم زہے معظم

اعوذ باللہ نہ تو خدائی و لے نہ تو از خدا جُدائی
کہ راست گویم کہ ماسوائی چو عرض و جوہر شوند باہم

کلیم سینا بگو چہ دیدہ مثال دیدہ کجا شنیدہ
ترا کہ دیدہ بحق رسیدہ توئی کہ نورِ خدا مجُسّم

[1] اور (پیغمبر) ہم نے تم کو جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور بس۔ پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۷۔ ۱۲

حمد

ہست صریر قلم دل دو نیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاق کون و مکان کی حمد و ثنا کرنا انسان ضعیف البیان کے لئے ریگ کا شمار کرنا اور ہوا کا ناپنا ہے۔ وہ خالق ہم مخلوق۔ وہ بے نیاز ہم نیازمند۔ وہ حاجت روا ہم حاجتمند۔ وہ قدیم ہم حادث۔ نہ ہم کو اُس کی توصیف کی قدرت نہ اُس کو ہماری تعریف کی ضرورت۔

برون ز وصف و مدحتی چہ گویم از ثنای تو	توئی کہ نطق دادہ عطای تو لقای تو
توئی کہ در جہان عیان توئی کہ از گمان نہان	توئی کہ این توئی کہ آن توئی کہ ماسوای تو

اگر بمتابعت اسلاف اِس بیابان بے پایان میں گام فرسائی کی ہمت کریں تو یہ آیۂ کریمہ ہمارے عجز کو بتلا دیتی ہے لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا[۱] یعنی اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر کا پانی نبڑ جائے گو ہم اُسی کی طرح اور سمندر مدد کو لائیں۔ پس زبان اقرار و انکسار سے اگر کہیں تو یہی کہہ سکتے ہیں۔

سبحان خالقی کہ صفات ز کبریا	بر خاک عجز می فگند عقل انبیا
گر صد ہزار سال ہمہ عقل و کائنات	فکرت کنند در صفت عزت خدا
آخر بعجز معترف آیند کای الٰہ	دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

فرید الدین عطار

[۱] پارہ ۱۶- سورہ کہف رکوع آخر۔

خیر و برکت کا نُقل بٹ رہا ہے۔ سعادت دارین کی لوٹ ہے۔ موقع غنیمت ہے۔ زہے نصیب اُس کا جو اوس گلبن گلشنِ نبوت کی مدح سرائی میں بلبل کی طرح عذبُ البیان ہو اور خہے طالع اُس کا جو اُس سرو جو یبار رسالت کی ثنا خوانی میں قمری کی طرح رطبُ اللسان ہو۔

اے عاشقانِ جمال محمدی اگر افکار دنیا سے مدحت سرائی کی فرصت نہ ملے تو ایک دم اس مجلسِ اقدس میں شریک ہو کر اس سرود مطہر و مقدس سے قوتِ روح حاصل کرو اور آبیاری رحمتِ کاملہ سے جان و دل کو سیراب کرو اور صدق نیت سے اپنے پیشوائے با اکرام پر درود و سلام بھیجو کہ ایک ایک درود کے صلہ میں دس دس درود جناب کبریا سے نازل ہوں۔

درود شریف وہ چیز ہے کہ جس کو حق سبحانہ تعالیٰ اپنے نبی پر بھیجتا ہے۔ اور کل اہل ایمان کو بھیجنے کے لئے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کتب لغات و اصطلاحات میں درود شریف کے چار معنی لکھے ہیں۔ اگر خدا کی طرف سے ہو تو رحمت مُراد ہے فرشتوں کی طرف سے استغفار۔ بہائم کی طرف سے تسبیح۔ اور انسان کی طرف سے دعا۔ تو اے مسلمانو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو یعنی جناب باری سے دعا کرو کہ یا اللہ مجھ ناچیز کی طرف سے ہمارے پیغمبر پر صلوٰۃ و سلام پہنچے۔

بَلَّغَ اللّٰهُ صَلٰوتِيْ وَسَلَامِيْ اَبَدًا ۔ لِنَبِيٍّ عَرَبِيٍّ مَدَنِيٍّ حَرَمِيٍّ

لہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں تو مسلمانو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجتے رہو۔ پارہ ۲۲ سورہ احزاب رکوع ۷)

شرف کسے تا نیابد از تو ہم اوّلی را ہم آخری را
چو نورت اوّل ظہورت آخر تو ئی مؤخّر تو ئی مقدّم
شدی تو شاہِ رسل مقرر برایت آراستند لشکر
جناح آدم، خلیل آذر، کلیم عمران، مسیح مریم
صحابۂ تو شدہ چو نغر[1] ائمہ و آل در بر نغر[2]
بقولِ صاحبدلان الٰہ ترا ست ملکِ خدا اسلم
شدی مگر خاتم رسالت کہ بعثت تست ختم حجت
دیا بدست و بیر قدرت برای انشا زتست خاتم

فضیلت ذکر میلاد شریف

عالمان شریعت نے مجالس میلاد شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدعتِ حسنہ کہا ہے مگر اُس کی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے اور فضیلت کیونکر نہو جہاں ذکر جناب خیر البشر ہو اور سامعین بصدقِ دل وحضور قلب درود شریف پڑھیں اُس مجلس خیر المجالس کی شرکت ہزار نوافل سے افضل ہے۔ اور موجب خیر و برکت دینی و دنیاوی ہے۔

پس اے مومنو۔ اے دین اسلام کے پیرو۔ صدق دل اور خلوص نیت سے آؤ اور اس مجلس تقدس منزل میں شریک ہو۔ یہاں تمہارے پیشوا۔ تمہارے رہنما۔ تمہارے پیارے پیغمبر کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ رحمتِ الٰہی کی گلاب پاشی ہو رہی ہے۔

---

[1] میمنہ ۱۲ [2] میسرہ ۱۲

عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند	آسمان بارِ امانت نتوانست کشید

اور اُس مخلوق کو لقب آدم سے ملقب کر کے یہ عزت بخشی کہ وہ مقصودِ تکوین و مسجودِ ملائک ہوا۔ اس کے بعد ابوالبشر کی معیت کے لئے ان کی ذات پاک سے اُن کا جوڑا پیدا کیا اور دونوں کو دار السّلام میں رکھا۔ آخر کار عدول حکم آفریدگار کی وجہ سے حضرت آدمؑ اُس مامن ربانی سے نکالے گئے اور یہ دار المحن اُن کا مسکن اور موطن اور مدفن ہوا۔

فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۔[1]

حضرت آدمؑ کے بعد حضرت شیثؑ مرسل ہوئے اور اپنے بھائی بھتیجوں کو آفریدگار کی عبادت کی ہدایت کرتے رہے۔ ان کے بعد حضرت ادریسؑ نے خلق اللہ کو پیغام حق پہنچایا۔ پھر حضرت نوح۔ حضرت ہود۔ حضرت صالح وغیرہ یکے بعد دیگرے مختلف قوموں پر مبعوث ہوئے اور اپنے اپنے زمانِ نبوت میں تبلیغ رسالت اور خلقِ خدا کی ہدایت کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ جو سعید ازلی تھے انہوں نے اُن کے ارشاد کو تسلیم کیا اور سعادت دارین حاصل کی اور جو شقی ابدی تھے انہوں نے اس کی تردید کی اور عقوبتِ الٰہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت نوح کے تین بیٹے تھے۔ سام۔ حام۔ یافث۔ اُن کی اولاد نے

---

[1] تم زمین ہی میں زندگی بسر کروگے۔ اور اسی میں مروگے اور اُسی میں سے نکالے جاؤگے۔ ۱۲

(پارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۲)

کیا ہی مسعود وقت اور مبارک ساعت ہے کہ اپنے خالق کی درگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر رہے ہو اور درِ اجابت وا ہے۔ اللہ اللہ کیا ہی خوش نصیبی ہے۔ کہ منہ مانگی مراد مِل رہی ہے۔ اے سچے دین کے پیرو۔ دُرود ہی ایک دعا ہے کہ جس کو مجیبُ الدعوات ضرور قبول کرتا ہے۔ چاہے مانگنے والا کیسا ہی عاصی ہو پس صدقِ دل اور حضورِ قلب سے درود بھیجو کہ اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ (تین بار)

مختصر حالات آدمؑ سے اسمٰعیلؑ تک

مفسرینِ اسرارِ کلام اللہ و محدثین اخبار رسول اللہ اس طرح روایت کرتے ہیں کہ جب خداوند عالم نے جسم خاکی کو تشریف لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ سے مشرف کرنا چاہا تو پہلے ایک نور پیدا کیا اور اُس نور سے تمام موجودات کو عالمِ شہود میں لایا۔ پھر اُس نور کے ظہور کے لئے مورد مطلوب ہوا۔ پس مشیتِ ایزدی سے کاف و نون قدرت کا لوح فطرت پر باہم ہونا تھا کہ چار عنصروں کے اتفاق سے کہ ماء و طین میں پنہاں تھے ایک ہیولیٰ عالم نمود میں آیا اور وہ رفتہ رفتہ بحکمِ حکیمِ مطلق ایک کالبد بنا کہ جس کو ہم آدم کے کالبد سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر اُس قالبِ تاریک میں وہ نور ودیعت رکھا گیا اور بعد ازاں حسب مضمون نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ خالقِ برحق نے رُوح پاک پھونک کر جسم خاکی کو اس بارِ گراں کا حامل بنایا اور اس ہیئتِ انسانی کو عقل و درد کی امانت کا امین کیا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ[1]

[1] ہم نے ذمہ داری کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور آدمی نے اس کو اُٹھا لیا بیشک وہ بڑا ظالم بڑا نادان تھا۔ پارہ ۲۲۔ سورۂ احزابؑ ۹

اب تک اہلِ اسلام کے ارکانِ حج کا ایک رُکن ہو کر یادگار ہے۔ پھر لڑکے کی تنہائی کا خیال کر کے جب بے نیل مرام لڑکے کے پاس واپس آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں اُس منبع اسرار الٰہی کو لِٹا گئی تھیں وہاں اُن کے قدموں کے پاس ایک چشمہ صاف پانی کا جاری ہے۔ بی بی ہاجرہ نے شکر ایزدی بجالا کر وہیں سکونت اختیار کی۔ قضارا بنی جرہم[۱] کا ایک قافلہ مکّہ کی راہ سے یمن سے شام کو جاتا تھا۔ جب اُس سرزمین پاک پر قافلہ والوں کا گذر ہوا تو اُس نعمت غیر مترقبہ اور عین رحمتِ باری تعالیٰ یعنی اُس چشمۂ آب صاف کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے اور اُس کا نام زمزم رکھا۔ اور وہیں بود و باش اختیار کی۔ اُن ہی لوگوں کے کپڑے سی سی کر بی بی ہاجرہ بسر اوقات کرتیں اور شکر ایزد منان بجا لاتیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اِن ہی لوگوں میں نشو و نما پائی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زندگی میں دو سانحے یادگار واقع ہوئے۔ ایک قربانی[۲] دوسری تعمیر بیت اللہ۔ قربانی کے ماجرے کو یہاں بالتفصیل بیان کرنا ضرور نہیں۔ قرآن مجید میں سورۂ صٰفّٰت میں خدا فرماتا ہے کہ "جب لڑکا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں پس تو سوچ کہ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے باپ تجھ کو جو حکم ہوا ہے اُس کی تعمیل کر۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو تو صابر پائے گا۔ پھر جب دونوں تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اُس کو ماتھے کے بل پچھاڑا اور ہم نے ابراہیمؑ سے پکار کر کہا کہ ابراہیم تو نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی

---

[۱] حضرت ابراہیمؑ کے قبل عربستان میں قدیم بارہ قبیلے بستے تھے جن میں کا یہ ایک قبیلہ ہے ۱۲

[۲] بعض لوگ بنی اسرائیل کی تقلید کر کے قربانی کے معاملہ کو حضرت اسحاق کے ساتھ بیان کرتے ہیں ۱۲

عرب - ہند - حبش - ایران - ترکستان وغیرہ ملکوں کو آباد کیا - ملک شام میں سام کی نسل سے ایک بُت تراش کے گھرانے[۱] میں صانع قدرت نے ایک لڑکا پیدا کیا اور اُس کے دل کو منبع علم الٰہی و مخزن فیض ناتمناہی بنایا - اور اُن بُت پرستوں میں سے اس کو اپنا برگزیدہ خلیل بنا کر چن لیا ہ

سعدی	کنی آشنائی زبیگانۂ		بر آری خلیلے ز بتخانۂ

یعنی اُس سرشار بادۂ وحدت نے جمیع بُتان مصنوعی سے ابا کیا اور کل موجودات اور مکوّنات سے منہ موڑ کر فَاطِرُ[۲] السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف اپنے قلب کو متوجہ کیا -

خلیل اللہ کو خیرالوارثین نے دو لڑکے دیئے - اسمٰعیلؑ اور اسحٰق - اسحٰق کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کہ جن کو اسرائیل بھی کہتے ہیں - قوم بنی اسرائیل کے بانی ہوئے - اور اُسی قوم سے جمیع انبیاء (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) تا حضرت عیسیٰؑ مرسل ہوئے -

اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حسب مصلحت ایزدی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ بی بی ہاجرہ سمیت وادی عرب میں لے جا کر تنہا چھوڑ دیا اور وہاں سے بادیدۂ گریاں واپس آئے تو بی بی ہاجرہؓ تنہائی اور پیاس کی شدت سے بہت گھبرائیں اور طفل شیر خوار کو ایک جگہ پر لٹا کر پانی کی تلاش میں سات بار صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک دوڑیں - یہ دوڑنا تھا کہ

[۱] یہاں پر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ آذر بُت تراش حضرت ابراہیمؑ کا باپ تھا کسی نے آذر کو اُنکا چچا بتلایا ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو پالا تھا [۲] آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا -

اِس کے حُدودِ اربعہ یہ ہیں:- شمال میں ملک شام - جنوب میں بحرِ عرب - مشرق کی جانب بحرِ عمان اور خلیج فارس - مغرب کی طرف بحرِ قلزم - طول پندرہ سو میل کے قریب ہے اور عرض نصف طول ہے - کہتے ہیں کہ اِس مُلک میں بیالیس[۱] شہر ہیں اور ایک کرور آدمی اِس میں بستے ہیں - اِس سنگلاخ ملک میں زیادہ تر ریگستان اور کوہستان ہیں جن میں سبزی اور درخت نام کو نہیں - یہی وجہ ہے کہ اس کو عرب کہتے ہیں - کیونکہ عربہ[۲] زبان عبرانی میں ہموار زمین کو بولتے ہیں - حرارت اور گرمی یہاں کی ضرب المثل ہے - کیونکہ یہ خِطّہ خطِ استوا کے قریب منطقۂ حارّہ کے اندر واقع ہے - یہاں کے پہاڑوں پر کبھی سبزہ نہیں جمتا اور جمے کیونکر - یہاں کی زمین میں طراوت ہے ہی نہیں - اور یہاں نسیم کے بدلے سُموم چلتی ہے - ببُول اور کھجور کے درخت پہاڑوں کے چٹانوں میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں - اور شبنم سے پرورش پاتے ہیں - اور مینہ بھی کبھی کبھی برس جاتا ہے اِس مُلک میں پانی بہت نایاب ہے - صحراؤں میں کہیں کہیں بارہ بارہ منزل تک پانی کا نشان نہیں مِلتا - یہاں اکثر بادِ صرصر کے طوفان آتے ہیں - اور بیشتر اس شدّت سے آتے ہیں کہ ریگستانوں میں ریگ رواں سے بحرِ زخّار کا تماشا دکھا دیتے ہیں - اکثر کارواں اور قافلہ یہاں بگولوں کے لپیٹ میں آکر زندہ درگور ہو جاتے ہیں - یہ ریگستانوں کا طوفان سمندر کے طوفان سے مہلک تر سمجھا جاتا ہے - وہاں تو ڈوبتے کو تِنکے کے سہارے کی بھی اُمید ہوتی ہے اور یہاں یہ بَلا اُوپر سے نازل ہوتی ہے -

یہاں کے گھوڑے خوبصورتی اور وفاداری میں اور اونٹ جفاکشی اور بُردباری

[۱] ابو الفدا نے بیالیس شہر اور بارہ صوبے بتلائے ہیں مگر قدیم جغرافیہ میں تین سَو شہر کا ذکر ہے -

[۲] عرب کی وجہ تسمیہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ حضرت ہُود کے اعقاد میں یعرب نامی ایک شخص تھا جسنے ملک عرب کو آباد کیا تھا -

اور ہم نے بڑی قربانی کو اُس کا فدیہ دیا۔"

پھر خلیل اللہ نے بحکم ربّ العالمین اُس بیت العتیق کی بنا قایم کی کہ ؎

حالی	کہ اُس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا	ازل میں مشیّت نے تھا جسکو تاکا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیت المقدس کی تعمیر کے نوسو پچانوے سال قبل خدا کے اُن دونوں مقبول بندوں نے خانۂ خدا کی عرب میں بنا ڈالی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تولیت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو عنایت کی اور باپ بیٹے نے ہاتھ اُٹھا کر حضرت مجیب الدعوات میں اُس سرزمین کے آبادی کی دعا کی اور اپنے ذُرّیت میں سے ایک رسول برحق کے مبعوث ہونے کی استدعا کی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[۵]

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قبیلۂ بنی جرہم میں نکاح کیا اور اُن کی اولاد ملک عرب میں پھیل گئی۔

کیفیت ملک عرب

برّ اعظم ایشیا کے جنوب مغرب کی جانب بلاد العرب واقع ہے۔ یہ ایک جزیرہ نما ہے۔ اس کی تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہے۔

[۵] اے ہمارے پروردگار! ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج کہ اُن کو تیری آتیں پڑھ کر سُنائے اور اُن کو کتاب اور عقل کی بات سکھائے اور اُن کی اصلاح کرے بیشک تو ہی بااختیار صاحب تدبیر ہے۔ پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ رکوع ۱۵۔

یثرب ہے۔ جبکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سکونت اختیار کی تو وہ مدینۃ النبی کہلانے لگا۔ جس کا مخفف مدینہ ہوا۔

مکہ کو بطحیٰ[۱] بھی کہتے ہیں۔ بطحیٰ کے معنی زمین سنگلاخ کے ہیں۔

یہاں کی زمین پتھریلی اور پانی کھاری ہے۔ یہاں سبزی اور نباتات نہیں جمتے۔ چراگاہ شہر سے فاصلہ پر تھی۔ جہاں مویشی چرا کرتے۔ جدّہ اور طائف سے اجناس ضروری اور میوہ وغیرہ بکنے کو آتے۔ یہاں کے باشندے اس زمین سے متمتع ہونے کی اور اُسی میں سے اپنی وجہ معاش حاصل کرنے کی کچھ بھی اُمید نہیں رکھتے تھے۔ ناچار اُنہوں نے فنِ سپہگری اور تجارت کو اپنا شغل ٹھہرایا تھا۔ اور تجارت[۲] سے اُن کو بہت نفع ہوتا تھا عدن اور عمان کے بندرگاہوں اور یمن کے بازاروں سے بیش قیمت خوشبودار مصالحہ شام اور بصرہ میں لے جا کر فروخت کرتے۔ اور وہاں سے ہر قسم کا غلّہ اور ہر قسم کی تجارت کی چیزیں خرید کرے جاتے اور اسی تجارت سے مکہ مکرمہ ہر قسم کے اجناس اور امتعہ سے پُر رہتا تھا۔

اہلِ عرب مختلف قبیلوں میں منقسم تھے۔ اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے رقابت رکھتا تھا۔

مکہ اور اُس کے اطراف میں مختلف قبیلے بستے تھے۔ اُن قبیلوں میں ایک

---

۱ بطحا ء مکہ ایک مقام مکہ اور منیٰ کے بیچ واقع ہے۔ مگر بطحا کا اطلاق آج کل عموماً ارضِ مکہ پر کیا جاتا ہے۔

۲ عربوں میں فنِ تجارت کی بہت ترقی تھی۔ بڑے بڑے سوداگرانِ عرب حضرموت سبا اور ساحلِ عمان کے قریب رہتے تھے اور جہازرانی خوب جانتے تھے اور بحر احمر سے خلیج فارس تک جہاز پر آتے اور ہوا موافق دیکھکر ہندوستان میں بھی آکر خرید و فروخت کرتے۔

میں مشہور ہیں۔

البتہ مُلک عرب کا وہ حصّہ جو بحر ہند کے ساحل پر واقع ہے نہایت سرسبز اور شاداب ہے۔ اور وہاں کی آب و ہوا معتدل ہے۔ وہاں ہر قسم کے خوشبودار مصالحہ پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ دُور دُور لے جاتے ہیں۔

غرض مُلکِ عرب ایک حصّہ ریگستان۔ ایک حصہ کوہستان۔ ایک حصّہ سرسبز و شاداب ہے۔ جن کو عرب الوادی، عرب الحجر، عرب المعمور کہتے ہیں مگر آج کل کے اہل جغرافیہ کے نزدیک

مُلک عرب پانچ حصّوں میں منقسم ہے۔ عروض۔ یمن۔ تہامہ۔ نجد۔ حجاز اگرچہ یمن میں دُنیاوی شان و شوکت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مگر ہم خاک پاک حجاز کو سب پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ وہ مبارک حصّۂ عرب ہے۔ جہاں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ واقع ہیں سبحان اللہ ایک مطلع انوار نامتناہی اور دوسرا مخزنِ اسرارِ الٰہی ہے۔ زہے نصیب ہمارے اگر اُس پاک سرزمین کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنائیں جو مظہر جلال الٰہی اور مصدر جمال رسالت پناہی ہو کر سجدہ گاہ خاص و عام و ملجا و ماویٰ انام ہے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود	سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بُود
این زمین ست کہ سرمنزلِ جانان بودست	مطرح تابِ رُخ آن مہ تابان بوداست
این زمینست کہ ہر شیب و فرازیکہ دروست	جای آمد شد آن سرو خرامان بوداست

مدینۂ منورہ اور مکہ معظمہ میں دو سو ستّر[۲۷۰] میل کا فاصلہ ہے۔ مدینہ کا اصل نام

یثربؔ کہتے ہیں کہ اس ملک کی شادابی بھی اسقدر ہے کہ کہیں ایسی نہیں ہے۔

اور عبد المناف - عبد الدار کو قصی نے اپنے حین حیات میں عاق کر دیا تھا۔ مگر قصیٰ کے بعد وہ بزور سردار ہو گیا۔ اُس کے فوت کے بعد اُس کے اور عبد المناف کے لڑکوں میں تولیت کے بابت نزاع واقع ہوئی۔ بہت کشت وخون کے بعد لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے قصیٰ کی متروکہ جائداد کو دونوں بھائیوں کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ کعبہ کی تولیت عبد المناف کے بڑے بیٹے عبد الشمس کے حصّہ میں آئی۔ جب عبد الشمس سے تولیت کا کام پوری طرح سے انجام نہ ہو سکا تو اُسنے اپنے بھائی ہاشم کو جو ایک معتبر شجاع اور دولتمند آدمی تھا کعبہ کی تولیت تفویض کی۔ ہاشم نے بسرگرمیٔ تمام اپنے کام کو انجام دیا اور اپنے آبائی پیشۂ تجارت کو بھی خوب چمکایا۔ ایک مرتبہ تجارت کا مال لے کر ہاشم نے شام کو سفر کیا وہاں شہر غازہ میں ۵۱۰ء کو اُن کو سفرِ آخرت پیش آیا۔ ایک یتیم شیبہ نامی کو یادگار چھوڑا۔ اب کعبہ کی تولیت اور شیبہ کی پرداخت مطلب بن عبد المناف، برادر ہاشم کے سپرد ہوئی۔ مطلب نے بھی نہایت خوبی اور سیرچشمی سے اپنے کام کو انجام دیا۔ یہاں تک کہ اُن کا لقب الفیض ہوا۔

ہاشم کی وفات کے وقت شیبہ مدینہ میں تھے۔ مطلب جب اُن کو اپنے پاس مکّہ میں لے آئے۔ تو لوگوں نے شیبہ کو غلطی سے اُن کا غلام سمجھا۔ اور عبد المطلب کہکر پکارنے لگے۔ یہ وہ عبد المطلب ہیں کہ جن کی پیشانی میں ستارۂ پیمبری، قریب الطلوع جگمگا رہا تھا۔ مطلب عبد المطلب کے چچا نے ۵۲۰ء میں یمن میں وفات پائی اور کعبہ کی تولیت عبد المطلب کے ہاتھ آئی۔

کہتے ہیں کہ عبد المطلب کے دس بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں اُن میں اپنے

قبیلۂ قریش تھا۔ اِس قبیلہ کے لوگ شجاعت۔ سخاوت اور تجارت کے سبب سے اور قوموں سے سربرآوردہ تھے اور اُن ہی لوگوں کے ہاتھ میں کعبہ کی تولیت تھی اور یہی مکہ کے حکمران بھی تھے۔

متولیانِ خانہ کعبہ

کہتے ہیں کہ کعبہ کی تولیت بنی اسمٰعیل کے ہاتھ سے نکلکر پہلے بنی خزاعہ[۱] کے ہاتھ آئی۔ جب بابل کے بادشاہوں کے حملوں سے وہ مغلوب ہوئے تو کعبہ کی تولیت بنی جرہم کے ہاتھ لگی۔ مگر حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ایک شخص عدنان نے تیسری صدی عیسوی میں قبیلۂ بنی جرہم میں نکاح کیا اور کعبہ کا متوّلی ہوگیا۔ اور مکّہ کی آبادی کو ترقی دی۔ اُس کا بیٹا معداس حصۂ عرب میں بنی اسمٰعیل کا مورث ہوا۔ اُس کی اولاد نجد اور حجاز میں پھیل گئی۔ اور اُسی کی اولاد میں ایک شخص فہر نامی پیدا ہوا۔ جو اہل قریش کا مورث اعلیٰ تھا۔ کہتے ہیں کہ فہر کو قریش کا لقب دیا تھا۔ کیونکہ وہ بڑا تاجر تھا۔ اور قرش کے معنی تجارت کے ہیں۔ گردشِ ایّام سے پھر کعبہ کی تولیت بنی خُزاعہ کے ہاتھ آگئی۔ مگر قوم فہر کے ایک شخص قُصَیٰ نامی نے بنی خُزاعہ کے سردار ابن حُلیل کے ہاں نکاح کیا اور اُن لوگوں کو نکالکر خود کعبہ کا متوّلی ہوگیا۔ جب ہی سے خانۂ کعبہ کی تولیت قوم قریش کے ہاتھ میں رہی۔

اربابِ سیر یوں روایت کرتے ہیں کہ قُصَیٰ کے دو لڑکے تھے عبدالدار،

[۱] یہ بنی خزاعہ بھی عرب کے اُن ہی بارہ قبیلوں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ بعد کو عیسائی ہوگئے تھے۔

سارے عرب میں کیا بلکہ ساری دُنیا میں ایک ہل چل مچی ہوئی تھی۔ توریت اور انجیل کے عالم باہم سرگوشیاں کر رہے تھے کہ اب ہماری آسمانی کتابوں کے موافق سب علامتوں سے ظاہر ہے کہ عنقریب کوہِ فاراں سے روشنی اُٹھنے والی ہے۔ کاہن اور صابئ گویا تھے کہ اب دنیا کی ہَوا بدلی، آسمان کا رنگ بدلا۔ عنقریب ستارۂ پیغمبری طلوع ہوا چاہتا ہے۔

تمہید

چونکہ کوئی فعل حکیم مطلق کا خالی عن الحکمۃ نہیں ہوتا اس لئے اہلِ بصیرت کو یہ بھی دریافت کرنا ضرور ہوا کہ اہلِ عرب کو بلکہ ساری دُنیا کو اِس نئی روشنی کی کیا ضرورت تھی۔ اُس زمانہ کی مذہبی اور تمدّنی حالت جب وہ معلوم کرینگے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث کرنے میں خالق برحق نے کیا مصلحت رکھی تھی۔

زبانِ عربی میں رسول کے معنی فرستادہ اور پیغامبر اور قاصد کے ہیں۔ اور رسُول اللہ وہ فرستادۂ خدا ہے جو خدا کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ جب کوئی گروہ شقاوت پژوہ صراط مستقیم چھوڑ کر وادئ کفر و ضلالت میں سرگرداں پھرتا ہے تو اس کی رہبری اور تلقین کے لئے خداوند عالم اپنے ایک خاص بندہ کو جو باعتبار قوای روحانی اور لوگوں سے افضل ہوتا ہے بطور قاصد کے بھیجتا ہے کہ وہ اُس گروہ کو راہ راست دکھائے اور پیغامِ حق من وعن پہنچائے اور بدیوں سے ڈرائے۔ اور نیکی کی جانب ترغیب

بیٹے عبداللہ کو وہ بہت چاہتے تھے۔ جب عبداللہ جوان ہوئے تو اُن کے حُسن کی شہرت ماہِ چہاردہم کی طرح تمام عالم میں پھیل گئی۔ عبدالمطلب نے اُس سروِ آزاد کو قبیلۂ بنی زہرت کے ایک شریف وہب[1] نامی کی بیٹی آمنہ خاتون کے ساتھ کتخدا کیا۔ عبداللہ ابھی گلشنِ زندگانی کے بہار سے متمتع نہونے پائے تھے کہ اُن کو بضرورت یثرب[2] جانا پڑا۔ وہاں سے بعد انفراغ مکّہ کی طرف مراجعت کی۔ اثنای راہ میں سنہ ۵۷۰ء میں جب اُن کا سن پچیس[25] سال کا تھا، داعی اجل کو لبیک اجابت کہا[3]۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید	ز جامِ دہر مَی کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

عبدالمطلب کو عبداللہ کے نوجوان مرنے کا بہت قلق ہوا اور مرحوم کی اہلیۂ مقدسہ کا جو اُس وقت امانت الٰہیہ بار دار تھیں نہایت خیال رکھتے تھے اور آیندہ کی اُمید پر بیٹے کی مفارقت کا غم غلط کرتے تھے۔

اِدھر تو عبدالمطلب کے گھر میں یہ حادثۂ جانکاہ ہوا۔ اُدھر سارے عرب کا رنگ دگرگوں ہوگیا۔ اُس سال پانی خوب برسا تھا۔ اور تمام درخت سرسبز اور شاداب ہوگئے تھے۔ وہ سال عربوں کے لئے نہایت خوشی اور خُرّمی کا سال تھا اور اس سال کو عام الابتہاج کہتے تھے۔ ظاہرًا تو یہ تغیر نظر آتا تھا۔ مگر

---

[1] وہب بن عبدالمناف بن زہرت برادر قصی۔

[2] دوسری روایت ہے کہ شام جانا پڑا وہاں سے مراجعت کرتے وقت یثرب میں انتقال کیا۔ واللہ اعلم۔

[3] عبداللہ کے انتقال کی تاریخ میں مورخوں نے اختلاف کیا ہے کسی نے دو مہینہ قبل تولد آں حضرت صلعم کسی نے پانچ مہینہ قبل تولد کہا ہے۔ مگر ابوالفدا نے دو مہینہ بعد تولد کے ادن کا انتقال کرنا بتلایا ہے۔

نہ جمے۔ کیخسرو اور سکندر نے اِدھر نگاہ بھر کر دیکھنے کی جرات نہ کی۔ خدا نے اِس مُلک کی فطرتی ہیأت اور باشندوں کی جبلّی عادت ایسی بنائی تھیں کہ وہ اُن کی آزادی کی بہت معاون تھیں۔ اُن لوگوں کو ہمیشہ اپنے اسلاف سے آزادی کی میراث ملتی رہی اور وہ اُس کو بجنسہ اپنے اخلاف کے لئے چھوڑتے گئے۔ ہزاروں برس قبل اُن کے ہمسایہ قوموں نے اُن کی بیباکی اور شجاعت کا لوہا مانا تھا۔ خود اُن کی قوم کا بھی کوئی اُن پر فرمانروا نہ تھا۔ ہر شخص خود مختار اور آزاد تھا۔ مگر اُن کے ہاں ہر گروہ کا ایک قبیلہ تھا اُس میں جو شخص ہر بات اور ہر صفت میں ممتاز ہوتا اُس کو چُن کر سردار یا امیر بناتے اور اُسی کے خاندان سے امیر منتخب کرتے مگر یہ قاعدہ کلیّہ نہ تھا۔ اکثر اُن کی خوشی پر منحصر ہوتا تھا۔ جس کو صاحب رائے پایا اور اُس میں چال چلن کی شائستگی دیکھی اُسی کو چُن لیا۔ چنانچہ قبیلۂ زنوبیہ میں ایک مرتبہ ایک زیرک عورت حکمران تھی۔ عرب اپنے افسروں سے ملائمت و ملاطفت کے برتاؤ کی خواہش رکھتے۔ یمن کے سوا سارے عرب میں ایک قسم کی جمہوری سلطنت تھی۔ اور وہ سلطنت دُنیاوی شان و شوکت سے بالکل مُعرّا تھی۔ مکّہ میں قوم قریش کے اکابر اگرچہ شاہی اختیارات رکھتے تھے اور وہاں کے بادشاہ کہے جاسکتے تھے مگر اُن کا تختِ حکومت اُن کی درایت سخاوت شجاعت۔ عدالت کے پایوں پر قایم تھا۔

اہلِ عرب اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ غیروں کے ساتھ رشتہ ناتا یا کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ اجتناب کرتے تھے۔ اِس وجہ سے اُن کی طبیعت کا خاصہ ہوگیا تھا کہ وہ دشمن اور اجنبی آدمی میں تمیز نہیں کرتے تھے بلکہ ہر اجنبی کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اور اس کی ایذا رسانی اور غارتگری پر کمربستہ ہوتے۔

دِلائے۔ اِسی واسطے مختلف قرنوں میں مختلف رسول بھیجے گئے۔ کچھ نیک بندوں نے ہدایت پائی۔ مگر زیادہ تر گمراہ رہے۔

اِسی طرح جب خلق اللہ کی ضلالت طغیانی کی حد سے گذر گئی تو اُس رحیم مطلق اور ہادیٔ برحق نے اتمامِ حجت کے لئے ایک دین مبین قائم کر کے ہم میں سے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کو اپنا رسول بنا کے بھیجا۔ کہ سارے جہان کو دعوتِ اِسلام دے اور تہدید اور ترغیب سے دینِ حق کی اشاعت کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو خطاب کر کے فرماتا ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔

اب یہاں یہ بھی تحقیق کرنا چاہیئے کہ اُس وقت عربوں کی مذہبی اور تمدنی حالت کیا تھی اور دیگر مذاہب کے پیرووں نے اپنے اپنے مذہبوں کا کیا خاکا بگاڑا تھا۔ اُسی سے معلوم ہو گا کہ ایک راہبر کی تشریف آوری کی نہ فقط عربوں کے لئے بلکہ کافۂ انام کے لئے اشد ضرورت تھی۔

زمانہ جاہلیت کے عربوں کی تمدنی حالت اور اُن کے رسم و رواج

اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ کل قوم عرب ایک آزاد قوم تھی اور اُن لوگوں نے بڑے بڑے بادشاہان والاشان کے غاشیۂ اطاعت کو اپنے دوش پر دھرنے نہ دیا اور ہمیشہ اپنے پہاڑوں اور وادیوں میں آزادی کی چوکڑی بھرتے رہے۔ شاہانِ مصر و شام کے پاؤں یہاں

لہ (مبادا) تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری سُنانیوالا آیا اور نہ ڈرانے والا تو اب تمہارے پاس خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا آچکا (پارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۳)

عورتوں یا ڈاڑھی کی نسبت کرتا یا کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکالتا تو فیصلہ کو شمشیر درمیان آپڑتی - ہمیشہ قاعدہ تھا کہ وحشی قومیں خون کے عوض دِیت لیا کرتی تھیں- مگر اِن عربوں کی کینہ کشی اس درجہ کی تھی کہ خون بہا لینا تو درکنار اکثر قاتل کا سَر لینے سے انکار کرتے اور چاہتے کہ قاتل کے قبیلہ کے سردار کو بے سر کریں کہ ایک ادنٰی آدمی کے عوض مجرم کے قبیلہ کے سردار کا سر لینا زیادہ تر تفاخر اور مباہات کا باعث تھا - اُس طرف کے لوگ بھی اپنے امیر کا انتقام کب چھوڑتے تھے - غرض ایک آدمی کے خون کے انتقام میں قبیلوں کا صفایا ہو جاتا تھا - بعض اوقات ایک ایک جھگڑا نصف صدی تک طول کھینچتا اور ایک شخص کا انتقام نہ پورا ہوتا - راویانِ سیر اس قسم کی خانہ جنگیوں کا شمار بارہ سو سے سترہ سو تک بتاتے ہیں - ادنٰی ادنٰے باتوں سے جنگ وجدل کی آگ ایسی بھڑک جاتی تھی کہ ہزاروں بندگانِ خدا کو خاکستر کر کے فرو ہوتی تھی[۱] - غرض -

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا	کہیں پہلے گھوڑے بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا	کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یوں ہی روز رہتی تھی تکرار اُن میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

حالی

[۱] حرب داحس ایک گھوڑ ڈور کے بارے میں ہوئی اور چالیس سال قایم رہی - حرب بسوس بنی بکر اور بنی تغلب میں ایک اونٹنی کے بارے میں ہوئی اور پچاس سال رہی ستّر ہزار جانیں بادیہ پیمائے اجل ہوئیں - ایک عورت دُودھ پھینک دینے پر غسان میں بیس برس تک جنگ قایم رہی - علیٰ ہٰذا القیاس -

اُن کی طبیعت کی طرح اُن کی جائے سکونت کو بھی قیام نہ تھا۔ صحرا نوردی اُن کا کام تھا۔ جہاں مویشی کے لئے چارہ پانی کا ٹھکانا دیکھا۔ وہاں ڈیرہ ڈالدیا۔ جب سبزہ ختم ہوگیا دوسرا ٹھکانا ڈھونڈ نکالا۔ اُن لوگوں میں باستثنای چند[1] قبیلہ سبھی کی یہی حالت تھی۔ لُوٹ مار غارتگری رہزنی بھی اُن کا پیشہ تھا۔ قافلوں کو قابو پاکر لوٹا کرتے تھے۔ اور ایک توجیہ گڑھ کر اپنی راہزنی اور غارتگری کو قومی منفعت اور اظہارِ شجاعت کا وسیلہ بتاتے تھے۔ اُن کے ہمسایہ ہمیشہ اُن کی قطاع الطریقی سے نالاں رہتے تھے

اگرچہ اُن میں بعض اچھے خصائل بھی تھے۔ مثلاً سخاوت مہمان نوازی ایفای وعدہ وغیرہ مگر اُن کے خصائل ذمیمہ کہیں زیادہ تھے جن کا بیان کرنا خاص میرا منشا ہے۔ کینہ پروری اور انتقام کشی اُن میں اس درجہ کی تھی کہ پُشتہا پشت تک عناد اور حقد وکینہ کو تازہ رکھتے تھے جب تک پورے طور سے بدلہ نہ لے لیتے۔ نفاق وکینہ کی آگ نہ بُجھتی۔

بڑی سفّاکی سے یہ انتقام لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے ایک آدمی نے دوسرے قبیلہ کے ایک آدمی کو کنوئیں میں ڈھکیل کر مار ڈالا۔ مقتول کے بھائی نے قسم کھائی کہ قاتل کے قبیلہ کے خون سے کنوئیں کو بھرونگا۔ اور ڈول سے خون نکالونگا ایک مُدت کی جدّوجہد اور خونریزی کے بعد یہ قسم پُوری ہوئی۔ اور ڈول سے خون نکالا گیا جب کہیں جاکر اُن کے مرض حقد کو شفا ہوئی۔

اُن کو اِس قدر آن تھی کہ اگر ذرا بھی گستاخانہ یا بیہودہ حرکت کوئی اُن کی یا اُن کی

---

[1] عرب میں دو قسم کے لوگ تھے ایک اہل وَبَر کہلاتے تھے جو خانہ بدوش تھے اور لوٹ مار اُن کا پیشہ تھا وہ اہلِ حجر بھی کہلاتے تھے۔ دوسرے اہل مَدَر جو شہر میں اقامت گزیں تھے اور تجارت وغیرہ کرتے تھے۔

ہرن اور ہُما کی صورت کے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی مورتیں بھی بنا رکھی تھیں۔ چاندی اور سونے کے دو ہرن پرستش کے لئے بنے ہوئے تھے اور کچھ چھوٹے چھوٹے طلائی بُت قبیلۂ بنی جرہم کے جن کو وہ چھوڑ گئے تھے کعبہ کی دیواروں میں قرینہ سے رکھے تھے۔ سُرخ پتھر کا ایک بُت ہبَل نام سب سے بڑا تھا اور اُس کو سب سے مُکرّم جانتے تھے۔ کعبہ میں سات بتوں کے نام کے سات تیر تھے اور شوریٰ طلب باتوں میں اُن تیروں سے فال لیتے اور اُن تیروں کو ازلام کہتے تھے۔ غرض خدا کے گھر کی یہ حالت تھی۔

وہ تیرتھ تھا ایک بُت پرستوں کا گویا		جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا	

ان لوگوں کا ہر فرقہ اپنا اپنا بُت الگ رکھتا تھا[۱]۔ ایک قبیلہ کا آدمی دوسرے قبیلہ کے بُت کو نہیں پوجتا۔

قبیلہ قبیلہ کا بُت اک جُدا تھا		کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا		اسی طرح گھر گھر نیا اک خُدا تھا

وہ کسی بُت کی تذکیر کے اور کسی کی تانیث کے قائل تھے چنانچہ لات اور عزّیٰ اور منات کو چاند کی دیوی مانتے تھے۔ لات کو روشنی سے اور منات کو اندھیری سے منسوب کرتے اور عزّیٰ کو دونوں کا بَین بَین سمجھتے تھے۔ اور ان تینوں کو بنات اللہ کہتے تھے۔

[۱] لات بنی ثقیف کا بُت تھا۔ عزّیٰ قریش و بنی کنانہ کا۔ منات خزرج کا۔ کسی کا آساف کسی کا نائلہ وغیرہ تھا۔ اور یہ بُت کعبہ کے اندر کے بتوں کے علاوہ صفا مروہ طائف وغیرہ میں تھے۔ کچھ خانگی بُت ان سب کے علاوہ گھر گھر میں تھے۔

دختر کشی[۱] عام طور سے مُروّج تھی اور اکثر قسی القلب والدین پیدا ہوتے ہی ننھّی سی بچی کو خاک کے نیچے دبا دیتے تھے اور اُس کو نہایت فخر کا کام سمجھتے تھے۔

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب کہ شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی
حالیؔ

عرب کے لوگ خاصکر اہل مکہ دائم الخمر، قمار باز اور رقص و سُرود کے دلدادہ تھے۔ یونانی اور ایرانی لونڈیاں جن کو دُور دُور کے مُلکوں سے لاتے تھے۔ رات دن اُن کے سامنے ناچتی گاتی رہتی تھیں۔ اور بھی ایک قسم کی عورتیں اُن میں تھیں جن کو قینہ کہتے تھے۔ علاوہ بریں نکاح کرنے کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ اور محرمات شرعیہ کی تمیز سے بھی ناواقف تھے۔ اور بھی اُن میں بہت سے عاداتِ قبیحہ اور خصائلِ ذمیمہ تھے۔ جن کا بیان تہذیب کے خیال سے قلم انداز کر دیا گیا۔

عربوں کا مذہب

چونکہ بعد حضرت سمٰعیل علیہ السّلام کے اُن میں کوئی پیغمبر مرسل نہیں ہوا تھا یہ لوگ جہالت کے سبب سے دین حنیف کو بھول گئے تھے اور دیگر مذاہب باطلہ کے اثر سے مشرک ہو گئے تھے۔ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے بالکل پُر کر رکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ سال کے دنوں کے شمار سے تین سَو ساٹھ بُت اُس میں جمع کر رکھے تھے۔ بعض شیر اور

[۱] دختر کشی بنی قریش اور بنی کنانہ میں سب قبیلوں سے زیادہ ہوتی تھی۔

عربی یہودیوں کے دو قبیلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت مدینہ میں رہتے تھے۔ خیبر اور یمن میں بھی بہت سے یہود بستے تھے۔

مذہب عیسائی جب ساحلِ جلیلی سے نکلکر رُوما اور یونان میں پھیلا تو عیسائیوں کے متعدد فرقے ہوگئے۔ بہت سے عیسائیوں نے کیتھلک مذہب والوں کے خوف سے کنارہ کشی کر کے عرب میں بود وباش اختیار کی تھی۔ اور یمن میں اپنی ایک انجمن قائم کی تھی۔ مگر اس شرکستان کی آب وہوا کے اثر سے یہ لوگ بھی یہود کی طرح اپنے مذہب کو بگاڑ کر مشرک بن گئے تھے۔ ان کی وجہ سے عربوں کے بہت سے قبیلے عیسائی ہوگئے تھے۔ چنانچہ بنی تغلب مکہ میں۔ بنی عبد القیس بحرین میں۔ بنی کلب دومۃ الجندل میں۔ بنی غسان نجران میں۔ بنی عباد عراق میں مذہب عیسائی کے پیرو تھے۔

اِن فرقوں کے علاوہ عرب میں ایک قسم کے لوگ تھے جو حاضرات وغیرہ کر کے پیشین گوئیاں کرتے اور یہ کاہن کہلاتے تھے اور ہر قسم کے شعبدہ باز۔ ساحر۔ منجم وغیرہ بھی وہاں بستے تھے۔

اہلِ عرب کے توہمات باطلہ اور عقائدِ ضعیفہ

مگر سچ پوچھئے تو ان عربوں سے کسی مذہب کی پابندی پورے طور سے نہیں ہوسکتی تھی اور اکثر عرب فقط برای نام اپنے کو کسی خاص دین کے پیرو سمجھتے تھے۔ مگر کل فرقے کعبہ کو زیارت گاہ ماننے میں متفق ضرور تھے۔ اور حج کو ہر سال آتے اور کعبہ کو خانۂ خدا سمجھتے تھے اور برہنہ ہوکر طواف کعبہ کرتے تھے۔ اُن کے خیال باطل میں یہ بات تھی کہ

عرب میں صابئین اور مجوس اور یہود اور نصاریٰ

یہود اور نصاریٰ اور صابئین جس قدر خلیج فارس سے لے کر بحر قلزم تک بستے تھے اپنے ہمسایہ فاتحین کے حملوں سے بچنے کے لئے تمام عرب ہی میں آکر بس گئے تھے۔

صابئین، شمس و قمر اور دُوسرے سیّاروں کی پرستش کرتے تھے۔ حیرہ میں قمر کا ایک مندر تھا وہاں حج کو جاتے تھے۔ اِن لوگوں کی صحبت سے عربوں کا بھی ایک فرقہ ستارہ پرست ہوگیا تھا۔ وہ تمام اجرام فلکی کو پوجتے۔ اُن کا بعد اور اُنکی تعداد اور درخشندگی دیکھ کر ان کو ازلی اور ابدی سمجھتے۔ اور دنیا کے تمام واقعات کو ستاروں کی گردش سے منسوب کرتے۔ بعض قبیلے خاص خاص ستاروں کی پرستش کرتے۔ چنانچہ بنی اسد عطارد کو۔ بنی جذام مشتری کو۔ بنی طے زہرہ کو پوجتے اور مکّہ میں زحل کی۔ صنعاء میں زہرہ کی۔ عدن میں شمس کی۔ عبادتگاہیں بنی ہوئی تھیں

مجوسیوں[۱] کے دین زردشتی کا اثر بھی ان لوگوں پر پڑا تھا۔ بعض عرب مجوسیوں کے طریق پر چلتے اور آتش کو نورِ الٰہی جانتے۔

یہودیوں کا بھی ایک بڑا فرقہ عرب میں بستا تھا۔ یہ اپنے دین کے اصول کو بھولکر مشرکوں کی صحبت میں گمراہ ہوگئے تھے اور عربوں کے بعض فرقوں کو گمراہ کرتے میں اُنکا بھی بہت بڑا دخل رہا۔ بہت سے عرب یہود ہو گئے تھے۔ چنانچہ بنی قریظہ اور بنی نضیر

---

[۱] مجوس اصل میں ایک علحدہ قسم کے بت پرستوں کا فرقہ تھا۔ جو بہت مذموم چیزوں کی پرستش کرتے۔ مگر چونکہ زردشتیوں نے مجوسیوں سے بہت کچھ اخذ کیا تھا۔ اس لئے عموماً زردشتی آتش پرست کو مجوس کہتے ہیں۔

چنانچہ جب کسی بُت سے ناراض ہوتے تو اُس کو بدل ڈالتے۔ یا اگر ازلام سے فال لیتے وقت اُن کے خلاف توقع فال نکلتی تو اُسی تیر کو اپنے معبود کے منہ پر مارتے یا تیر کو توڑ ڈالتے۔

یہ عرب دُنیا ہی کو مبدأ اور منتہیٰ سمجھتے تھے۔ رُوحانی حقیقتوں سے بیگانہ تھے۔ شب و روز لہو و لعب اور معاصی کبیرہ میں مشغول رہتے تھے۔

نہ واقف تھے انساں سزا اور جزا سے — نہ آگاہ تھے مبدأ و منتہا سے
لگائی تھی اِک اک نے لَو ماسوا سے — پڑے تھے بہت دُور بندے خدا سے

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

حالی

ایک عرب ہی کی یہ ردی حالت نہ تھی۔ بلکہ سارے روئے زمین کی رُوحانی حالت کا بیڑا شرک و طغیان کے بھنور میں پڑا ہوا تھا۔ ہر طرف بُت پرستی، آتش پرستی۔ سیّارہ پرستی۔ جمادات پرستی۔ نباتات پرستی کی دُھوم تھی۔

اگلے پیغمبروں کی اُمّتوں نے اپنی اپنی کتابوں کے احکام کو فراموش کر کے اپنے اپنے لئے نئے نئے دین بنائے تھے۔ اور اپنے توہّمات باطلہ اور خواہشِ نفسانی کے موافق اپنی مذہبی کتابوں کی تاویل کرتے تھے۔

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماں — بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانہ میں تھا دَورِ صہبائے بطلاں — مَے حق سے محرم نہ تھی بزمِ دَوراں
اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک — خُمِ معرفت کا تھا منہ خام اب تک

حالی

خدا کی عبادت کپڑے پہنکر نہیں ہو سکتی - کیونکہ کپڑوں کے ساتھ اکثر گناہ کرنے کا اتفاق ہوتا ہے - اِن لوگوں میں قربانی کی بھی رسم تھی - اور اکثر فرزندوں کو بتوں پر چڑھاتے تھے - اِن لوگوں کے مختلف عقیدے تھے - بعض فرقہ بالکل خدا کا منکر تھا - ان کا اعتقاد تھا کہ ہر شئے اپنی طبیعت سے پیدا ہو کر فنا ہو جاتی ہے - اور یہ بصرہ کے دہریہ عیسائیوں کی صحبت کا اثر تھا - اکثر فرقے ہستی خدا کے مُقر تھے - مگر بعث ونشر سے مُنکر تھے - پھر کوئی فرقہ تناسخ ارواح کا یہاں تک قائل تھا کہ مُردہ کی قبر پر ایک اونٹ کی قربانی کرتا - یا اُس کا منہ باندھ کر قبر پر اُس کو باندھ دیتا یہانتک کہ وہ بھوکوں مرجاتا - عقیدہ یہ تھا کہ مردہ کے دوسرے جنم میں مرکب کا کام دیگا یا عالم ارواح میں مردہ کی سواری کے کام آئیگا - اور اُس اونٹ کو بلیّۃ کہتے تھے بعض کا اعتقاد تھا کہ مُردہ کی رُوح ایک چڑیا بنکر اُڑ جاتی ہے - جس کو ھامہ یا صدا کہتے تھے - اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ جب تک خون کا انتقام پورے طور سے نہیں لیا جاتا ہے - مقتول کی صدا ؎۱ اسقونی اسقونی کہتی ہوئی منڈلاتی رہتی ہے -

غرض اُن لوگوں کے ضعف اعتقاد اور جہالت کا یہ حال تھا کہ جو چیز عجائبات سے دیکھتے اس کی پرستش کرتے - ہرن - گھوڑے - پتھر - درخت وغیرہ ان کے معبود تھے - غیر مرئی چیزوں میں کوئی جن کو - کوئی بھوت کو - کوئی فرشتوں کو سجدہ کرتا - اور ہر طرح کی فال شگون - جادو - ٹونا - منتر جنتر کے قائل تھے - یہاں تک کہ جن عربوں نے یہود یا نصاریٰ کا مذہب اختیار کیا تھا اُن کی بھی طبیعت سے بُو ئے بُت پرستی نہیں گئی تھی مگر تلوّنِ مزاج کی وجہ سے اِن ضعیف الاعتقاد عربوں کو اپنے عقاید پر بھی استقلال نہ تھا

؎۱ مجھے سیراب کرو ، مجھے سیراب کرو -

دُنیاوی عروج کا وسیلہ بنا لیا تھا۔ اگر کسی حق پرست نے کسی بدعت اور شرک میں اُن کے ساتھ اتفاق نہ کیا تو اُس کا جلا دینا یا کسی اور طریقہ سے نیست و نابود کر ڈالنا اُن کی ادنیٰ سی بات تھی۔ ایسے ایسے ہزاروں دھبےؔ دینِ عیسائی کے دامن پر لگے ہوئے ہیں کہ جن کو عیسائی مورخ بھی اب تک نہیں مٹا سکے۔

عقائد میں تو مذہب عیسائی کے پیرو عموماً تثلیث کے قائل تھے۔ باپ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ۔ بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام۔ اور روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السّلام، ان تینوں کو ایک سمجھتے اور ان کی پرستش کرتے۔ اور بعض صلیب کی شکل کو۔ اور بعض بی بی مریم کی مورت کو پوجتے۔ غرض زمانۂ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ان پر جتنی صدیاں گذری تھیں اُن سے زیادہ فرقے اُن میں پیدا ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کے خُون کے ایسے پیاسے تھے کہ یہ کبھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب ایک ہی رسول کی اُمّت ہیں۔ اِن لوگوں میں اختلاف کا بڑا باعث حضرت عیسیٰ کا وجود تھا۔ کوئی کہتا حضرت عیسیٰ ؑ معاذ اللہ بالکل خدا تھے۔ مگر اُنھوں نے صورتِ انسانی میں ظہور کیا تھا۔ کسی کا قول تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا سے بالکل مشابہ تھے مگر انسان کو نظر آنے کے لئے جسم لطیف کے ساتھ ظاہر ہوئے یعنی اُن کے جسم کو دنیاوی تکالیف سے بلکہ صلیب پر کھینچے جانے سے کچھ اذیت نہ پہنچی۔ کسی کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اُن کا باپ یعنی معاذ اللہ خُدا مصلوب ہوا اور اس نے بھی اذیت اُٹھائی۔ کسی کے دماغ میں یہ سمایا تھا کہ دُنیا پر تینؔ قوتوں کی حکمرانی ہے۔ ایک کو مبدأ خیر اور دوسرے کو مبدأ شر سمجھتے اور تیسری قوت میں خیر و شر دونوں کو شامل کرتے اور ثواب و عذاب کا تعلق اسی قوت سے بتاتے۔ کہتے تھے کہ اسی قوت نے زمین کو پیدا کیا اور مبدأ شر کے ساتھ اُسکی

مذاہب مروجۂ وقت کی حالت

یہود

دُنیا میں اُس وقت یہود اور نصاریٰ یہی دو قومیں ظاہراً اہل کتاب تھیں یہودیوں کا دین تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بعثت کی وجہ سے منسوخ ہوگیا تھا۔ تاہم جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ایمان نہیں لائے تھے وہ یہود کہلاتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیای بنی اسرائیل کی نصیحتوں کو فراموش کر کے اپنے لئے ایک دوسرا مذہب بنا لیا تھا۔ اَنْدیکھے خدا کی پرستش سے متنفّر تھے۔ اور بُت پرستی کی طرف مائل تھے۔ اور بنی اسرائیل میں سے ایک پیغمبر عزیز نبی کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور اُن کے رَبّیوں اور پیشواؤں نے نئے نئے مسئلے ایجاد کئے تھے۔ اِن لوگوں کے عقائد کو بعض نصرانیوں نے بھی اخذ کیا تھا۔ اور ایک الگ فرقہ ہو گئے تھے۔

نصاریٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد چھ سو سال کی مُدّت میں مذہب عیسائی نے وہ وہ رنگ بدلے کہ اُن کی پوری تفصیل کے لئے ایک دفتر سیاہ کرنا ضرور ہے اور ادب و تہذیب کی حد سے گذرنا ہوگا۔ اُس وقت ممالک یورپ میں روما اور قسطنطنیہ اور ممالک افریقہ میں اسکندریہ صرف یہ تین شہر تھے جن میں عیسائیوں کے اُسقفِ اعظم رہتے تھے اور یہ تینوں ایک دوسرے کی تذلیل کے درپے رہتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی معرکہ آرائیوں میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے مذہب کو

کہتے تھے کہ اِن دونوں خداؤں میں جنگ وجدال کا نتیجہ دُنیا میں رحمت یا مصیبت کی صورت ظاہر ہوتا ہے۔ پس دونوں خداؤں کی خوشامد اور عبادت لازم ہے۔ اور آتش پرستی کو مذہب کا ایک رکن عظیم قرار دیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں اِس مذہب پر خالدیہ[1] مجوس بت پرستوں کا اور ستارہ پرست صابئین کا اثر ایسا پڑا کہ یہ سب مذاہب مخلوط ہوگئے اور ایک نرالا مذہب تیار ہوگیا جس نے کفر اور بت پرستی کو چمکا دیا اور بہت ساری اگلی مذموم باتوں کو رواج دیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھوڑے دنوں پیشتر ایران میں مزدک نامی ایک شخص نے خروج کیا اور رُوئے زمین پر ایک شور مچا دیا۔ وہ اپنے کو زردشت کا قائم مقام بتاتا تھا۔ اُس کا مقولہ تھا کہ دنیا کے تنعمات میں ہر فرد بشر کا حصہ برابر ہونا چاہیئے نہ کوئی امیر ہو نہ فقیر۔ اور ازدواج کی بھی قید نہ ہو۔ اَوباشوں اور عوام الناس نے اپنی نفسانی غرضوں سے اُس کو خیر مقدم کہا اور رفتہ رفتہ اُس کے مذہب کو اِس قدر قوت ہوگئی کہ اس کے استیصال کے لئے نوشیرواں کو ہزارہا خلق اللہ کا خون بہانا پڑا۔

اہلِ ہند

ہندوستان تو گویا روزِ ازل ہی سے بُت پرستی کے تلاطم کے تھپیڑے کھا رہا تھا اور آں حضرتؐ کے بعثت کے کچھ زمانہ پیشتر سے اس کفرستان پر تو کفر و شرک کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ بُدھ اور برہمن میں بالادستی کے لئے مخاصمت مدتوں تک قایم رہی۔ اور غلبہ کبھی اِس کے کبھی اُس کے نصیب ہوا۔ اور جدال وقتال کا طوفان طرفین سے خوب

[1] ایک قدیم قوم ہے جن کو کلڈانی یا چلڈانی بھی کہتے ہیں۔

لڑائی چلی جاتی تھی کہ مبداءِ خیر یعنی خدا نے اپنے بیٹے مسیح کو کالبد انسانی میں بھیجا کہ زمین کو بدی سے پاک کر ڈالے۔

اسی قسم کے صدہا عقائدِ باطلہ اُن کے دلوں میں جاگزیں ہو گئے تھے اور وہ آپس میں لڑ جھگڑ کر مرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اُن کے معبدیں جس کو خانۂ خدا کہتے تھے خون کے پرنالے بہہ گئے ہیں۔

البتہ اُن میں ایک فرقہ راہبوں کا تھا جو ظاہرا دُنیا کو ترک کر کے عزلت نشیں ہوتے تھے اُن میں معدودے چند تو فی الحقیقت تارک الدُّنیا ہوتے مگر اکثر اُسی رہبانیت کے پیرایہ میں خفیہ اس قدر جرائم کبیرہ کے مرتکب ہوتے تھے کہ اُن کے خیال سے رُونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غرض اُن کے احبار اور رہبان کا خدا سے ڈرنا تو درکنار، شب و روز لہو و لعب میں مصروف رہتے اور مذہب کے نام سے دنیاوی اقتدار کو مستحکم کرتے۔ یہ تو مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ اور یورپ کا حال تھا۔

اہل فارس

عربوں کے ہمسایہ اہل فارس کی بھی مذہبی اور تمدُّنی حالت عیسائیوں کی طرح ابتر تھی۔ زمانۂ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدیوں پیشتر مذہب زردشتی نے وہاں رواج پایا تھا۔ اور اُس مذہب کے لوگوں نے شروع میں اگلے بت پرستیوں کے مٹانے کی جرات کی تھی۔ مگر خود یہ لوگ بھی مشرک تھے اور دو خدا کے قائل تھے ایک روشنی کا خدا جو فاعل خیر سمجھا جاتا تھا۔ اس کو یزدان یا ہرمزد کہتے تھے۔ اور دوسرا تاریکی کا خدا فاعل شر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کو اہرمن کے نام سے نامزد کرتے تھے اور

کل ربع مسکون میں ادیانِ باطلہ کو لوگوں نے اپنی اپنی ترقیِ دنیاوی کا زینہ بنا لیا تھا۔ شرک و بغی نے آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا تھا کہ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ہی اُس کو اُٹھائے تو اُٹھائے۔ اگر کوئی لفظاً وحدانیت کا قائل بھی تھا تو ذات احدیت اور صفات صمدیت کو ذات و صفات انسانی سے متماثل کرکے خدا کے لئے ہمسر قرار دیتا اور اُس کو صاحب اولاد بتاتا۔ اِسی طرح کفر و شرک کا کوئی دقیقہ اُن لوگوں نے اُٹھا نہیں رکھا تھا۔

پیدایش جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اب مقام غور ہے کہ کبتک وہ ارحم الراحمین اپنے بندوں کو چاہِ ضلالت میں گرفتار رکھتا اور وہ ہادی برحق غیور مطلق کبتک شرک و بطلان کا روادار رہتا۔ چنانچہ جب اس خاکدان ظلمت آباد کا یہ حال تھا کہ

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابرِ رحمت

ادا خاک بطحیٰ نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوی آمنہ سے ہویدا
دعای خلیل و نویدِ مسیحا

حالیؔ

اے اہلِ اسلام، اے صاحبانِ ایمان خیر مقدم کہو۔

ای غبار موکبت چشمِ فلک را توتیا
خیر مقدم حبذا اہلاً و سہلاً مرحبا

وہ نور جس کے آدم امانت دار تھے اور جو بحفاظت ایزدی آدم سے عبد اللہ تک منتقل ہوتا چلا آتا تھا آج اُس نے اپنے لمعات تقدس سے اس تودۂ غبرا کو رو کش مہر و ماہ

اُڑا کیا۔ آخر کار برہمنوں نے چیرہ دستی حاصل کی اور پھر بت پرستی اور بدتہذیبی کا بازار گرم ہوا۔ مندروں اور شوالوں میں وہ وہ افعال نکوہیدہ اور حرکات ناپسندیدہ مذہب کے نام سے ہوتے تھے کہ اُن کی تشریح کرنا صفحۂ قرطاس کی سُفیدی پر سیاہی کا دھبّا لگانا ہے۔ علم دین جو صدیوں پہلے شاید اُن میں کسی آسمانی کتاب کے ذریعہ سے نازل ہوا تھا کسی ریشی یا ویدک کے سینہ میں ہو تو ہو۔ مگر جمہور انام کفر اور جہالت اور جمادات پرستی میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ گویا اس ظلمتکدہ میں پرتوِ حقیقت نے کبھی اپنی چمک ہی نہیں دکھلائی تھی۔

راہبر کی ضرورت

غرض دنیا میں چاروں طرف اندھیرا تھا اور سب لوگ اپنے اپنے توہمات باطلہ میں گرفتار تھے۔ توحید سے کوسوں دُور۔ کفر اور ضلالت سے ان کا دل معمور۔ خس و خاشاک زمین اور افلاک اُن کے معبود۔ صلاح و فلاح کی اُمید مفقود۔ نہ دُنیا میں بیم و رجا کا دھڑکا۔ نہ عقبیٰ کے جزا و سزا کی پروا۔ اُن کے دِل اُن کے بتوں کی طرح پتھر کے ہو گئے تھے۔ اُن کے رُوحانی کالبد مثل اُن کے معبود کے بیجان ہو گئے تھے۔ نصائح اور مواعظ کا اثر اُنپر خاک ہوتا۔ بطلان اور طغیانِ کفر و شرک حد کو پہنچ گئے تھے۔ ہر طرف ظلمات کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ کہیں نور کی چمک کا گمان بھی نہ تھا۔ نفس امّارہ قوای انسانی پر اس قدر مستولی ہو گیا تھا کہ نفس لوّامہ گویا اُن کی سرشت میں تھا ہی نہیں۔ قریب تھا کہ شرر ملکیت اس تودۂ خاک میں منطفی ہو جائے۔

روز دوشنبہ وقت[۱] صبح صادق سے

وہ آفتاب برجِ رسالت ہوا طلوع
وہ ماہتاب چرخِ ہدایت ہوا طلوع

آمد ہے اس جہاں میں جناب رسول کی
آمد ہے بوستانِ نبوت کے پھول کی

آمد ہے نور مردم چشم قبول کی
آمد ہے آج کون و مکان کے حصول کی

صلِّ علیٰ کی دھوم ہے غل ہے سلام کا
جلوہ ہے بزمِ دہر میں خیر الانام کا

آمد ہے اُس کی جس کا ثناخواں ہو خود خدا
مقبول جس کی وجہ سے آدمؑ کی تھی دعا

پروانہ وار جس پہ خلیلِ خدا فدا
یعقوبؑ کی تمنّا، موسیٰ کا مدعا

وعدہ خدا کا اور دُعا تھی ذبیح کی
داؤد کی نوید۔ بشارت مسیح کی

خیر البشر امینِ خدا فخرِ انبیا
مخدومِ جنّ و انس ملکِ صاحبِ لوا

شمس الضحیٰ و بدر دجیٰ نیر ھدیٰ
ختمِ رسل، شفیعِ اُمم سیّد الوریٰ

قوسین جس کی قرب کی ادنیٰ دلیل ہو
اور جس کے جاں نثاروں میں اک جبرئیل ہو

ایوب کا تھا صبر تو داؤد کی صدا
یوسف کا حسن اور یدِ بیضا کلیم کا

عیسیٰ کا قُم باذن، زکریا کا اتقا
واللہ ذات پاک تھی خود اُن کی معجزا

---

[۱] آنحضرت کی پیدائش کے وقت اور تاریخ میں مورخوں نے اختلاف کیا ہے کسی نے کہا ہے کہ تولد کا وقت شب تھا۔ کسی نے صبح بتلایا ہے۔ تاریخ میں کسی نے سترہویں ربیع الاول کسی نے ماہ صفر کی چودہویں تاریخ بتلائی ہے اور سنہ عیسوی میں بھی اختلاف ہے، ابوالفرح نے شمسی ماہ کے حساب سے سنہ ۵۶۵ء اور قمری ماہ کے حساب سے سنہ ۵۷۱ھ بتایا ہے کوئی سنہ ۵۷۲ کوئی سنہ ۵۷۳ بتاتا ہے

کردیا۔ وہ تمہارا سردار، تمہارا رہنما، تمہارا پیشوا، تمہارا راعی، تمہارا ہادی، تمہارا بدرقۂ آخرت آپہنچا۔ یعنی وہ باعثِ تکوین عالم موجبِ تخلیق آدم مشرف بہ تشریف لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ[۱] مخاطب بخطاب طٰہٰ ویٰسین، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، صاحب قاب قوسین، محرم اسرار، اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی[۲]، شہسوارِ توسن، سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی[۳] یعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزاروں شان وشوکت سے عالمِ امکان میں قدم رنجہ فرمایا۔ آج اصنام باطلہ سے کہدو کہ معبود برحق کی پرستش کا وقت آگیا۔ کعبہ کے طاقوں پر سربسجود ہوکر وحدانیت کی شہادت دیں۔ آج کفارِ ضلالت شعار کو مژدہ دو کہ ادیان باطلہ کا مٹانے والا، صراط المستقیم کا دکھانے والا پہنچ گیا۔ اپنی جنسِ ضلالت متاعِ ہدایت سے بدل لیں۔ آج جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[۴] کی منادی ساری خلقت میں ہورہی ہے۔ کوس لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[۵] کا ڈنکا چاروں طرف بج رہا ہے۔ ساری مخلوقات میں نعرۂ اَلْحَقُّ فِيْكَ مِنْكَ اِلَيْكَ[۶] بلند ہے۔ یعنی بارہویں ربیع الاول مطابق ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء عیسوی

---

[۱] اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا ۱۲۔ [۲] اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کی (پارہ ۲۷۔ سورۂ نجم رکوع ۱) [۳] وہ اللہ پاک ہے جو راتوں رات لے گیا (اپنے بندے کو)۔ (پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱) [۴] حق آیا اور باطل نیست ونابود ہوا۔ باطل تو نیست ونابود ہونے والا ہی تھا۔ (پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹) [۵] آج کس کی حکومت ہے۔ اکیلے اللہ ہی کی ہے جو بڑا زبردست ہے۔ (پارہ ۲۴۔ سورہ مومن رکوع ۲)
[۶] حق تجھ میں ہے۔ تجھ سے ہے۔ تیری طرف ہے۔

اے حبیبِ خدا سلام علیک
حبّذا مرحبا سلام علیک

نورِ تو اوّل و ظہور آخر
مبدأ و منتہیٰ سلام علیک

اے کہ زیرِ نگینِ تو عالم
خاتم الانبیاء سلام علیک

باعثِ خلقِ آدم و عالم
شہِ ہر دو سرا سلام علیک

خود گدا لیک شاہِ ہر دو جہاں
بحرِ جود و عطا سلام علیک

تمپہ صلوٰت بے حد و پایاں
اور بے انتہا سلام علیک

مصنفہ

اِعْتِمَادِیْ وَرَجَائِیْ بِشَفِیْعِ الْاُمَمِ
حِیْنَ یُبْلٰی کَفَنِیْ فَوْقَ عِظَامِ الرِّمَمِ

بَلِّغَ اللّٰهُ صَلَاتِیْ وَسَلَامِیْ اَبَدًا
لِنَبِیٍّ عَرَبِیٍّ مَدَنِیٍّ حَرَمِیٍّ

شَمْسِ فَضْلٍ وَّضِیَاءٍ وَّسَنَاءٍ اَسْنٰی
نُوْرِ بَدْرٍ وَّبَهَاءٍ وَّسَمَاءِ الْكَرَمِ

اَكْرَمِ الْخَلْقِ وَجُوْدًا وَّسُجُوْدًا اَجُوْدًا
اَحْسَنِ النَّاسِ سَخَاءً بِعَطَاءِ النِّعَمِ

يَمِّ لُطْفٍ وَّوَفَاءٍ وَّسَحَابٍ هَطِلٍ
طُوْرِ حِلْمٍ وَّوَقَارٍ وَّحَمُوْلِ الْاَلَمِ

كَيْفَ يُحْصِيْ صَلَوَاتٍ لِّاِمَامِ الْحَرَمَيْنِ
عَجَمِيٌّ بَلَدِيٌّ صَمِيْمٌ بَكَمِ

راویانِ اخبار نے بیان کیا ہے کہ اُس شب کو کہ جس کی صبح کو طلوع مہرِ نبوت ہونے والا تھا بہت سی علامتیں مثل اُن علامتوں کے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل نے مشاہدہ کرکے خیر مقدم کا شور مچایا تھا اور جن کو حضرت عیسیٰ کی ولادت کے وقت مشرق کے عالموں نے معائنہ کرکے اُن کے قدم لینے کے لئے بیت اللحم ہیرودس کے پاس آئے تھے ظاہر ہوئیں اور تمام اہلِ بصیرت اور صاحبانِ معرفت نے معلوم کرلیا تھا کہ آج ہی ظلمت کدۂ جہاں کے منور

انسان تھے کہ قدرتِ حق کے نشان تھے
اللہ تو نہیں تھے پر اللہ کی شان تھے

لولاک اُن کے اول نوری کی ہے خبر
یٰسین سے مخلّع و طٰہٰ سے مفتخر
اور ہل اَتیٰ کے علم لدنی کے پردہ در
آنکھوں میں اُن کی سُرمۂ مازاغ جلوہ گر

اللہ رے شان نورِ خدا تھے خدا نہ تھے
بندہ خدا کے تھے پہ خدا سے جُدا نہ تھے

آئے کو ہیں رسولِ الٰہی حبیبِ رب
مکّی قریشی ۔ مطلبی ہاشمی نسب
شاہِ حجاز فخرِ یمن ۔ زبدۂ عرب
یعنی محمّد عربی مصطفیٰ لقب

وردِ زباں درود ہو رحمت کا ہو نزول
صلِّ علیٰ محمّد صلِّ علیٰ رسول

صلّ علیک وسلّم یا ختم الانبیا
صلّ علیک وسلّم یا منبع الہُدیٰ
صلّ علیک وسلّم یا شافع الوریٰ
صلّ علیک وسلّم یا مطلع الصفا

صَلُّوْا عَلَیْہِ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَاٰلِہٖ
نَرْجُوْا اِلیٰ شَفَاعَتِہٖ اَوْ نَوَالِہٖ

اے حق کے نورِ دین کے سردار السّلام
اے روزِ حشر کل کے مددگار السّلام
اے ساتوں آسمان کے سیّار السّلام
ہاں السّلام احمد مختار السّلام

ہاں السّلام بانیِ اسلام السّلام
اے حجت الٰہ کے اتمام السّلام

مصنف

ترا وصف کروں مری تاب یہ کیا میں کہوں جو تجھے تو ہے اُس سے سوا
جو خدا ہی کرے تری حمد و ثنا ، تو بشر سے یہ کام ہو کیسے بھلا
نہ خدا تو ، مگر نہ خدا سے جُدا ، بخدا وہ خدا ہے تو نورِ خُدا
وہ شمع ہے اگر ، تو ہے اُس کی ضیا ، وہ جرس ہے اگر تو ہی اُسکی صدا
ہوئے یوں تو ہزاروں ہی مردِ خدا ، نہ کسی کو مگر ترا رُتبہ مِلا
تو نبیِ خُدا ، تو وصیِ خدا ، تو امینِ خُدا ، تو حبیبِ خُدا
تو نبی و مطاع و شفیع و کریم ، تو قسیم و جسیم و نسیم و وسیم
تو شریف و خلیق و حلیم و سلیم ، تو سخی و غنی و امیر و گدا
تو دعائے خلیل و اُمیدِ ذبیح ، تو مدیح و کلیم و نوید مسیح
ہمہ پیشروان بکلام صحیح ، بقدوم مؤخرت اندگوا
سرِ بادشہان بجناب تو خم ، تو امیرِ عرب تو خدیوِ عجم
تو نذیر و بشیر و شفیعِ اُمم ، تو دبیرِ قضا ، تو قسیمِ جزا

بیاں اُس رُوئے تاباں کے ہو کیا انوارِ بیحد کا
سراپا نور تھا اور اسلئے سایہ نہ تھا قد کا
کہ تھا شمع ازل کا پرتو جلوہ محمدؐ کا
طلوع روشنی جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا
ظہورِ حق کی حُجّت ہے جہاں میں نورِ احمد کا

لگے تھرّانے بُت اور خوف سے شیطان گھبرایا
تہ و بالا ہوئے کعبہ میں یکسر لات اور عزّیٰ
ہوا سارے جہاں کے کافروں میں تہلکہ برپا
عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اُٹھا جسوقت اُس کی آمد کا

کرنے والے کے آنے کا وقت ہے جو سارے ادیانِ باطلہ کو خاک میں ملائے گا اور اسلام کا جھنڈا سارے عالم میں لہرائے گا۔ جس کا نام توریت میں میدمید[۱]۔ بید میں مہامت[۲]۔ اور انجیل میں احمد[۳] (فارقلیط) ہے اور اس کے پیروؤں کی زبان میں محمدؐ ہوگا۔

اے نام تو بر زمین محمد خوانند بر آسمانت احمد

کہتے ہیں کہ اُس شب کو ایسا زلزلہ عرب اور عجم میں آیا کہ کعبہ کے کئی بُت طاقوں سے گر کر شکستہ ہوگئے اور ایوانِ کسریٰ کے کئی کنگرے اس صدمہ سے گر پڑے۔ گویا انہوں نے زبانِ حال سے اپنی اپنی آئندہ تباہی کی پیشین گوئی کی۔

ملک ابوالفدا نے اپنی تواریخ میں بیان کیا ہے کہ آتشکدۂ فارس جو ہزاروں برس سے فروزاں تھا اُس دن افسردہ ہوگیا۔ اور بحیرۂ ساوہ سُوکھ گیا۔ اور کسریٰ کے موبدوں[۴] نے خواب میں دیکھا کہ اونٹ گھوڑوں کی قطار کھینچکر دجلہ سے گذر گیا۔ کسریٰ نے یہ خوفناک خبریں سُنکر ایک خواص عبدالمسیح کو سطیح نام مشہور کاہن کے پاس حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ سطیح اُس وقت حالت نزع میں تھا اور اُسی حالت میں پیغمبر برحق کی آمد کی شہادت دی اور پھر قالب عنصری کو چھوڑکر ملک عدم کو روانہ ہوا۔

---

۱ حضرت موسیٰ نے اور حبقوق نبی نے اپنی کتاب میں ایک آنے والے کی بشارت دی ہے۔
شُف توریت کتاب پنجم باب ۳۳ صفحہ ۶۔ شف کتاب حبقوق باب ۳۔ صفحہ ۲۔

۲ شف اتھروبید۔

۳ شف انجیل یوحنا باب ۱۶۔ اور سورۂ صف رکوع اول۔

۴ شف تاریخ ابوالفدا۔

پرتَو پڑا تھا کہ شرک و بدعت سے طبعی اجتناب تھا اور کسی نئی روشنی کی تلاش رہتی تھی۔ ظاہرا قریش کے اصنام اور اوثان کی تکذیب نہیں کرتے تھے۔ مگر دل حقِ منزل میں یہ القا ہوتا تھا کہ مٹی کی اِن مورتوں میں حق نہاں نہیں ہے۔ آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا مگر دل ہمیشہ جویائے حق رہتا تھا۔ اِس دُبدھے کی وجہ سے آپ کے خاطر پاک پر اکثر بڑا صدمہ ہوتا اور بے بس ہوکر لوگوں سے اور آبادی سے دُور دُور بھاگتے اور بیابانوں، پہاڑوں اور صحراؤں میں ازخود رفتہ ہوکر پھرتے رہتے کہ گویا کسی گُم شدہ چیز یا دولت موعود کی تلاش ہے۔

نہ من بیہودہ در ہر کوچہ و بازار می گردم	مذاقِ عاشقی دارم پے دیدار می گردم
فراوان غوطہ ہا خوردم درین دریای بی پایان	برائے گوہر معنی بدریا بار می گردم

یہانتک کہ جب عقل انسانی کمال کو پہنچی یعنی جب سِن مبارک چالیس برس کا ہوا اور جوشِ وحدانیت نے خاطرِ مبارک میں بے طرح خلش پیدا کیا تو دنیا سے ایک مرتبہ یکسُو ہونے کا خیال ہوا اور ایک گوشۂ عزلت ڈھونڈھنے لگے جہاں بفراغِ خاطر اپنے تفکرّات میں محو ہو رہیں۔ اُس صحرائے لق و دق میں جو دریائے سِیماب کی طرح جوش مار رہا تھا۔ جہاں آفتاب کی شعلہ گوں شعاعوں کو رُوکنے کے لئے ایک برگ کاہ بھی سر اُٹھانے کی ہمت نکرتا تھا۔ کوہِ حرا ہی اُس عزلت گزیں کنج اقدس کو پسند آیا۔ مکہ سے ایک فرسنگ دُور پر وہ پہاڑ تھا۔ اُس پر نہ کہیں کوئی درخت اُگا تھا نہ سبزہ جما تھا۔ آفتاب کی دائمی تپش سے پتھر کی اونچی اونچی چٹانوں میں جا بجا پھٹ پھٹ کر بڑے بڑے شگاف ہوگئے تھے اور کچھ چھوٹے چھوٹے پتھر ریزہ ہوکر ریگ بن گئے تھے جو دوپہر کے وقت

برکشا کام وزباں تاکہ تو داری حرکات
کہ بر رسولِ خدا ختمِ انبیا صلوات

بَلّغ اللہُ صلاتی وسلامی اَبداً | لِنبیٍّ عربیٍّ مدنیٍّ حرمیٍّ

حصہ دوم در بیان نبوت آنحضرت صلعم

قُل اِنّما انا بشرٌ مثلکم یُوحیٰ اِلیّ انّما الٰھکم اِلٰہٌ واحدٌ[1]

ہست علاج از پئے قلب سقیم
دردِ دلت را بود اے لبیب
نامِ خدا طرفہ پزشکے ست ہاں
سرور و سر حلقۂ پیغمبراں
ختمِ رُسل خاتمِ فصِّ وجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بہتر ازاسم الٰہی طبیب
وہ چہ پزشکے کہ مسیحای جاں
شاہِ عرب دُرّۂ تاجِ سراں
گوہر تابندۂ بحرِ شہود (عبید)

تفویض رسالت

مورخانِ صدق مقال نے بیان کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ بت پرستوں اور مشرکوں میں پیدا ہوئے اور آپ نے اُن ہی لوگوں میں نشوونما پایا۔ مگر چونکہ خداوند عالم ودانا نے آپ کو ایک بار خطیر کا حامل بنانا چاہا تھا۔ اس لئے شروع ہی سے آپ کے دلِ پاک پر نورِ حق کا ایسا

[1] (اے پیغمبر) لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم جیسا بشر ہی ہوں۔ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ (پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۲)

آواز بادِ صبا کی طرح چلتی ہوئی نسیم سحری کی طرح بہتی ہوئی سُنائی دیتی یعنی اَنتَ[۱] البَشَرُ المُبَشَّر اَنتَ رَسُولُ اللہِ - جب بحرِ عرفان میں غرق ہوکر کیفیاتِ رُوحانی سے آشنا ہوتے تو زخّار موجون کے شور کی طرح گوشِ دل میں ایک آواز آتی کہ خدا کا نام پُکارا اور اُس کی تسبیح کر اور اُس وقت اسرار کُنتُ[۲] کَنزًا مَخفِیًّا کی تھاہ مِل جاتی -

وُہ بھیانک سماں ، وہ لق و دق میدان ، وہ کفِ دستِ صحرا ، جہاں آسمان سرنگوں ہوکر چاروں طرف زمین بوس نظر آتا تھا - جدھر دیکھو سراب کے سوا کسی اور چیز کا نشان نہیں ملتا تھا - وہ عالمِ تنہائی کہ اُس مردِ خدا کے سوا کوئی ذی رُوح ہونے کا دم نہ بھرتا تھا - اُس میں وہ جویائے اسرارِ خفی سرگرداں نظر آتا تھا - نصف اللیل کی دہشت انگیز تاریکی میں نصف النّہار کی وحشت خیز اُداسی میں - صبح کے سنسان سماں میں اُس جویائے حق کو وہی جُستجو تھی ، وہی آرزو تھی اور وہی آواز برابر سُنائی دیتی تھی اَنتَ[۱] البَشَرُ المُبَشَّر اَنتَ رَسُولُ اللہِ ط

یوں ہی کئی مہینے گذر گئے اور ماہِ رمضان المبارک آگیا ایک رات کو کہ لیلۃ القدر و افضل تھی اور ہزاروں مہینہ سے افضل تھی اور جب بحکم قادرِ مطلق ، ملائک اور رُوح کا نزول ہورہا تھا اُس وقت عجیب سنّاٹے کا عالم تھا - خدا کی کُل مخلوقات سوائے اُس عاشقِ بیدل کے سرگرمِ خواب تھی - پرندوں نے آشیانوں میں بسیرا لیا تھا - چرندوں نے اپنے اپنے غاروں میں پناہ لی تھی - درندوں نے

---

[۱] تو بشارت دیا ہوا بشر ہے - تو اللہ کا رسول ہے -

[۲] میں پوشیدہ خزانہ تھا -

گرم ہوا کے جھونکوں کے شرارۂ آتش کی طرح اِدھر سے اُدھر دَوڑا کرتے تھے۔

اُس پہاڑ پر ایک ناتراشیدہ پتھر کی چٹان میں جو امتداد ایّام اور باد و باراں کے تصرف سے اپنی صورت بِگاڑ بیٹھی تھی ایک بھیانک تنگ و تیرہ غار میں کہ غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے آپ نے قیام کیا۔ وہاں اکثر آپ روزہ رکھتے اور اِس قدرتی معبد میں خشوع و خضوع کے ساتھ کشف حق کی دُعا کرتے۔

اللہ اللہ محویت کا وہ عالم تھا کہ حالتِ استغراق میں گھنٹوں بلکہ پہروں خبر نہ ہوتی تھی۔ بشر اور حجر میں تمیز مشکل تھی۔ کالبد خاکی تھا کہ اُس مغاک میں پڑا ہوا تھا اور رُوح تھی کہ بال سُبک سے عالم شہود و غیب کی سیر کر رہی تھی۔ چشم بصارت بستہ، چشم بصیرت وا۔ جب کبھی خواب بیخودی سے بیدار ہوتے تو وہی ایک نور سارے عالم میں ساری نظر آتا۔ شجر و حجر پر جب نظر پڑتی تو معلوم ہوتا کہ اُس ذاتِ واحد کی تقدیس و تسبیح میں کوئی قیام میں ہے تو کوئی قعود میں، کوئی تحریمہ بند ہے تو کوئی سربسجود۔ سب کے سب صانع قدرت کی گواہی زبان حال سے دے رہے ہیں۔ ؎

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار — سعدیؒ

جمادات و نباتات۔ وحش و طیور۔ اجرام فلکی و اجسام خاکی گویا اپنی اپنی زبان سے ذات برحق اور صفات مطلق کی شہادت دے رہے ہیں۔ ؎

آفرینش ہمہ تنبیہ خداوند دل است	دِل ندارد کہ ندارد بخداوند اقرار
کوہ و صحرا و درختاں ہمہ در تسبیح اند	نہ ہمہ مستمعانِ فہم کنند این اسرار

— سعدیؒ

اکثرات کے سنّاٹے، شام کی اُداسی، صبح صادق کی مسکراہٹ کے وقت ایک

خدیجہ کیا میں کاہن ہوگیا ہوں یا مجنون ؟ مگر مجھ پر تو کوئی ایسا گمان نہیں کرے گا۔
بی بی خدیجہ نے جواب دیا۔ اے ابوالقاسم خدا میرا نگہبان ہے وہ تم کو کبھی
ایسا نہ ہونے دے گا۔ کیونکہ تم راستباز ہو۔ تم دیانتدار ہو۔ تم بُرائی کے عوض
بُرائی نہیں کرتے۔ تم اپنے وعدے کے سچے ہو۔ تم اپنے عزیزوں اور دوستوں پر
مہربان ہو اور تم بازار گاہوں میں کھڑے ہوکر بکواس نہیں کرتے۔ تم پر کیا گذری؟
کیا تم نے کوئی بھیانک چیز دیکھی ؟ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اور جو کچھ دیکھا تھا
سب بیان کیا۔ بی بی خدیجہ فرط خوشی سے بول اُٹھیں۔ خوش ہو اے ابوالقاسم
خوش ہو۔ جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے وہ اِس بات کا شاہد ہے کہ تم اس
قوم کے ہادیِ برحق ہوگے۔

پھر وہ ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں۔ ورقہ ایک بڑا عالم تھا اور توریت و
انجیل وکتب سماوی پر اُس کو تبحّر تھا اور بُت پرستی سے تنفّر ہوکر دینِ حنیف کا
پَیرو ہوگیا تھا۔ کبر سِنی کے سبب بصارت ظاہری سے معذور تھا۔ مگر دیدہ ہائے
بصیرت ستاروں کی طرح روشن تھے۔ ورقہ نے جب خدیجہ کی زبانی سب احوال
سُنا چِلّا اُٹھا۔ قدُّوس قدُّوس! بیشک یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسےٰ علیہ السّلام
کے پاس آیا کرتا تھا اور اب جس کے پاس وہ آیا ہے وہ پیغمبر خدا ہوگا۔ اُس کو یہ
خوشخبری دو اور کہو کہ دل قوی رکھے۔ پھر بعد کو آں حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم
اور ورقہ سے راہ میں ملاقات ہوئی۔ ورقہ نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں اُس کی جسکے
ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے کہ خدا نے تجھ کو اپنا رسول بنا کے اِس قوم سے برگزیدہ
کر لیا ہے۔ تیرے پاس ناموس اکبر آیا تھا۔ لوگ تیری تکذیب کرینگے۔ تجھ کو ایذا

پہاڑوں کی کھوؤں میں نشیمن بنایا تھا۔ گویا کُل کائنات خالقِ موجودات کی ذات سے واصل ہوکر عالمِ محویت میں مستغرق تھی اور اولوالالباب کے مراقبہ اور اولوالابصار کے مشاہدہ کے لئے قدرتِ الٰہی کا دروازہ کھُلا ہوا تھا کہ اُس رات کو یکایک بابِ گنجینۂ حقیقت و معرفت پیغمبرِ برحق کے دل پر کھُلا اور موجِ طوفان کی طرح ایک آواز پردۂ غیب سے آئی اِقْرَأْ۔ پُکار۔ آپ نے جد وجہد سے اُس حکم کو ٹالدیا۔ پھر اُس ندائے غیبی نے کہا۔ پُکار۔ پھر آپ نے ٹالدیا۔ پھر تو شدید القویٰ نے آپ کے جسم اور قلب پر تسلّط حاصل کیا اور دباکر تیسرے دفعہ کہا۔ پُکار۔ جب آپ نے گھبراکر کہا کیا پُکاروں؟ کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پکار اپنے رب کے نام سے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا مخلوقات کو۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ پیدا کیا انسان کو بستہ خون سے۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ پکار اور تیرا پروردگار بڑا اکرم ہے۔ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے سکھایا علم قلم سے۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔

جب وہ آواز موقوف ہوئی پیغمبرِ برحق حالتِ محویت سے ہوشیار ہوئے اور کانپتے ہوئے بی بی خدیجہ کے پاس آئے اور کہا اے خدیجہ مجھ پر کیا گذری۔ اور آپ لیٹ گئے اور وہ خدمت کرتی رہیں۔ جب طبیعت ٹھہری تو فرمایا اے

---

۵۱ اِقرأ کے لفظی معنی پڑھ کے ہیں اور مجازی معنی پکار کے ہیں۔ ایک جرمن مورخ نے پکار ترجمہ کیا ہے۔ اور ہم بھی اِس موقع پر پُکار کو ترجیح دیتے ہیں۔ شف ڈیوش لیٹیریری رینیس باب دوم۔ صفحہ ۵۷۔

۵۲ سورۃ والنجم علمہ شدید القویٰ۔ ذو مرۃ فاستویٰ۔ شدید القویٰ سے خواہ قوتِ خدائی مراد ہو خواہ جبرئیل نامی فرشتہ۔

غرض اسی حیص بیص میں دل کی پریشانی سے بہت حیران تھے کہ اچانک ایک دن ایک پیکر عجیب کا دیدۂ حق بیں نے اُفُقُ الْاَعْلیٰ[۱] پر مشاہدہ کیا ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی[۲] پس اُن کی طرف جھکا اور نزدیک ہوا فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ[۳] یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اُس سے بھی قریب ہوا۔ فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَآ اَوْحیٰ[۴]۔ پس اُسی حالت میں ناموس اکبر نے وحی کا سلسلہ عبد و معبود کے درمیان قائم کر دیا۔ پس رسولِ خدا صلعم قول ثقیل کے بوجھ سے اور جلال کے ہیبت سے ترساں و لرزاں بی بی خدیجہ کے پاس آئے اور پکارا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ[۵] دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ اے خدیجہ مجھکو کمّل میں چھپالو کہ میرا حال دگرگوں ہو رہا ہے اُسی حالت میں وہ شہنشاہ درویش صفت گلیم اوڑھے پڑے تھے کہ وحی ربانی نازل ہوئی یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ[۶] اے کمّل اوڑھنے والے قُمْ فَاَنْذِرْ[۶] اٹھو اور ڈراؤ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ[۶] اور اپنے رب کی بڑائی کرو۔

تبلیغ رسالت

ہست صلاے سر خوان کریم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس بحکم رب العالمین رسول برحق نے تبلیغ رسالت کی ٹھہرائی اور سب سے پہلے ام المومنین بی بی خدیجہ کو اسلام کی طرف دعوت کی اور انہوں نے بسر و چشم اُس کو قبول کیا پھر اور خاص خاص بندے دولتِ اسلام سے

[۱] [۲] [۳] [۴] پارہ ۲۷ سورۂ نجم [۵] [۶] پارہ ۲۹ سورۂ مدثر۔

سہر سے نکالدینگے۔ تجھ سے لڑینگے۔ اے کاش اگر میں اُس
ندہ رہتا تو تیرے واسطے لڑتا۔ یہ کہکر پیشانیِ مبارک پر بوسہ دیا۔
ی آمیز الفاظ سے دل بے قرار کو ایک گونہ تشفی ہوئی۔ بعد اس کے کچھ دنوں
تک ندائے غیبی کی توقع رہی، وحیِ آسمان کا انتظار رہا۔ اور اُن دنوں سلسلۂ
وحی کے یکایک منقطع ہونے کے خیال سے رسول پاک پر بڑا صدمہ گذرتا تھا۔
حالت بیم و رجا میں عجب کشمکش کا عالم تھا جس طرح کسی تشنہ لب تفتیدہ جگر کے لبوں
سے جام لبریز لگا کر ہٹالیا جائے اور اس کی آتشِ اشتیاق بھڑک اُٹھے اُسی طرح
غارِ حرا کے سانحہ نے آپ کی روحانی پیاس کو تیز کردیا تھا اور آپ چشمۂ فیضانِ الٰہی
کی تلاش میں سرگرداں پھرتے تھے۔ یہانتک کہ دلِ بیتاب کی خلش سے کبھی کبھی
تنگ آکر پہاڑ پر سے اپنے کو گراکر روحانی مواصلت کی خواہش کرتے اور کبھی
اُس کریم کارساز کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ پر بھروسا کر کے بفحوائے کلامِ ربّانی
اپنے دلِ بے قرار کو سمجھاتے اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی[۱]۔ اے دل کیا تجھ کو
اُس خدا نے یتیم وبیکس نہیں پایا؟ پھر پناہ دی وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی[۲]
اے دل تجھ کو مفلس اور بے سامان پایا۔ پھر لوگوں سے تجھ کو بے نیاز کردیا۔ وَ
وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی[۳]۔ اور بت پرستوں اور مشرکوں میں گمراہ پایا پھر تیری
تو اُس نے ہدایت کی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی[۴]۔ پس اے دل اس سے
اُمید ہے کہ تیرے رب نے نہ تجھ کو چھوڑا نہ تجھ سے ناخوش ہوا۔

---

[۱] انگریزی مورخوں نے اِسی بنا پر بہت سے الزام لگائے ہیں کہ آنحضرت صلعم دماغی فتور کیوجہ سے خودکشی کرنا
چاہتے تھے۔ [۲] [۳] [۴] [۵] پارہ ۳۰ سورۂ ضحیٰ۔

اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اُسی کے طلب میں مرو جب مرو تم
مُبرّا ہے شرکت سے اُسکی خدائی — نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

حالی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اِک لگن سب کے دل میں لگا دی — اِک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غُل یہ پیغامِ حق سے — کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے
ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں — پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
لگی خاک سی اُڑنے سب معبدوں میں — ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اُجڑ کر — جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

حالی

پس مدتوں کی آرزو پوری ہوئی۔ کفر و ضلال کے مِٹنے کا وقت آگیا۔ کاہنوں اور مجوسیوں کی پیشین گوئیوں کی تکمیل ہوئی۔ کعبہ کے بُت تھرائے کِسریٰ اور ہرقل کے تخت لرزے۔ رہبان اور موبدوں کے پاؤں لڑکھڑائے کتب سماوی اور انبیائے سلف کی بشارت کی تصدیق ہوئی یعنی دین اِسلام ہزاروں جاہ و جلال کے ساتھ دفع کفر و طغیان و رفع شرک و بطلان کے لئے اس ظلمت کدہ میں ظاہر ہوا۔

حِصّہ سوم دربیان شمائل یعنی صُورت و سیرت آنحضرت صلعم

حلیہ شریف

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب — ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

ہ عورتوں میں بی بی خدیجہ بنت خویلد - اور طفلوں میں
دا حسن علی بن ابی طالب - احرار میں خلیفۂ اول ابوبکر عبداللہ بن
ہ - آزاد غلاموں میں زید بن حارث - غلاموں میں بلال مؤذن رسول نے
ب سے پہلے دائرۂ اسلام میں قدم رکھا - اب خوانِ اسلام پر صلائے عام دینے
کا وقت آگیا اور رسولِ خدا نے قوم قریش کو اس سعادت عظمیٰ سے مالا مال کرنے کی
فکر کی چنانچہ ایک دن بحکم رب العالمین کل اہل قریش کو دامنِ کوہِ صفا پر جمع
کیا اور خود پہاڑ پر چڑھ کر ...

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب — سمجھتے ہو تم مجکو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سُنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور کروگے ؟ اگر میں کہونگا
کہ فوجِ گراں پشت کوہِ صفا پر — پڑی ہے کہ لُوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے
کہا گر میری بات یہ دلنشین ہے — تو سُن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانیوالا — ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنیوالا

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لایق — زباں اور دل کی شہادت کے لایق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لایق — اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لایق
لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ — جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ
اُسی پر بھروسا ہمیشہ کرو تم — اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

۵ فہر یعنی قریش کے بیٹے کا نام غالب تھا۔

ضروریات بشری کے پابند تھے اور بمقتضائے بشریت ہماری طرح ان کے دِل
میں ہوائے انسانی اورخواہش حیوانی پیدا ہوسکتی تھی۔
جب اِن باتوں کو ملحوظ رکھ کراُن کے عاداتِ حسنہ اورخصائلِ محمودہ کو دیکھیں
تومعلوم ہوکہ پیغمبروں نے اپنے اوپر کہاں تک نفس لوّامہ کا تسلّط جایز رکھا۔ اور
ان کے اخلاق ہمارے اخلاق سے کس قدر برتر و بالا تھے۔
پس اب دیکھو کہ اشرف الانبیا سید الاصفیا یعنی ہمارے پیغمبر برحق میں کیا کیا
مکارم اخلاق و محاسن عادات موجود تھے۔ آپ کے اخلاق پسندیدہ ایسے تھے
کہ عربوں نے آپ کو اَلاَمین کا خطاب دیا تھا۔ اُن میخواروں کے دَور میں، اُن جنگجویوں
کے عہد میں۔ اُن قمار بازوں کے عصر میں باصفا، رحیم دل، کریم طبع، باامانت تھے
تو اَلاَمین ہی تھے جن کو خدا نے بعد کو اپنا امین کیا۔

فضائل و عادات

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ	کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

آپ کے خصائل و عادات لڑکپن ہی سے نہایت متین و سنجیدہ تھے آپنے
کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ کسی کو گالی نہیں دی۔ کسی سے دغا و فریب نہیں کیا۔ کسی کی
بدی اور غیبت نہیں کی۔ آپ نہایت حلیم تھے۔ کبھی کسی پر خفا نہیں ہوتے تھے۔
انس بن مالک نے دس برس آپ کی ملازمت کی اُن سے مروی ہے کہ آں حضرت
صلعم نے اُن کو کبھی اُف تک نہیں کہا۔ آپ کی گفتگو نہایت شیریں تھی اور کلام

فَتَبَارَكَ[۵۱] اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ قد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میانہ تھا۔ سر بزرگ۔ مونڈھے فراخ۔ سینہ چوڑا۔ پٹھے مضبوط۔ بال سیاہ کسی قدر گھونگھر والے کبھی گوش تک کبھی دوش تک پہنچتے۔ چہرہ بیضاوی۔ پیشانی کشادہ۔ ابرو لمبی لمبی خمیدہ اور پیوستہ۔ آنکھیں سیاہ اور کشادہ۔ پلکیں لمبی اور گھنی۔ ناک لمبی اور اونچی اور کسیقدر خمیدہ تھی۔ رُخسار ہموار۔ دہن کشادہ۔ دانت صاف وشفاف اور نہایت سُفید۔ ریش گھنی۔ جلدِ بدن نرم۔ رنگ گندمی اور ملیح ہتھیلیاں اور تلوے نرم اور پُرگوشت اونگلیاں لانبی۔ پُشت مبارک سیدھی اور دونوں کندھوں کے بیچ میں بیضہ کبوتر کی طرح ایک چیز ابھری ہوئی تھی جس کا رنگ سُرخی مائل تھا اور اُس کو مہرِ نبوت کہتے تھے۔

سیرت مبارک

اِنَّكَ[۵۲] لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ یہ ایک عام غلطی ہے کہ ہم پیغمبروں کو درجۂ بشریت سے بڑھا ہوا خیال کرتے ہیں اور ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کو ان کے حق میں ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ مگر جب اُن سے کوئی بات بمقتضای بشریت واقع ہوتی ہے تو اس کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پہلے یہ بات ہم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پیغمبر بھی ہماری طرح انسان تھے۔ اور

---

۵۱ پس برکت والا اللہ جو بنانیوالوں میں بہتر ہے۔ پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون رکوع ۱۔

۵۲ بیشک تمہارے اخلاق بڑے ہیں۔ پارہ ۲۹۔ سورۂ نون رکوع ۱۔

اور جب تک وہ منہ نہ پھیرتا آپ نہ پھیرتے ۔ اگر کوئی جنازہ سامنے سے گذرتا تو اُس کے پیچھے ہولیتے ۔ بیماروں کی عیادت کو غمزدوں کی تعزیت کو ہمیشہ تشریف لے جاتے ۔ حقیر سے حقیر آدمی اگر پکارتا تو فورًا جواب دیتے اور نہایت نرمی سے بات کرتے ۔ غریبوں اور غلاموں کی دعوت قبول فرماتے ۔ آپ کے پاس کوئی ہدیہ لاتا تو اُس کی دلشکنی کے خیال سے فورًا قبول فرماتے اور بعد کو دو چند دیتے ۔ آپ کبھی مجلس میں پاؤں پھیلا کر یا صدر کی جانب نہیں بیٹھتے ۔ ہمیشہ ایک گوشہ میں تشریف رکھتے ۔ صحابیوں کو ممانعت تھی کہ آپ کی تشریف کے وقت تعظیمًا نہ اُٹھا کریں ۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکی نے آکر آپ کا دامن پکڑ لیا اور کھینچنا شروع کیا ۔ آپ کو اُس کی دلشکنی کے خیال سے استفسارِ حال کی جراءت نہ ہوئی ۔ فورًا اُس کے ساتھ ہولئے ۔ وہ آپ کو ایک مکان میں لے گئی ۔ وہاں ایک شخص بیمار تھا اس نے کہا یا رسولؐ اللہ میں بیمار ہوں اور کئی دن سے مجھ کو فاقہ ہے ۔ اس لئے میں نے اس لڑکی کو اپنی خبر دینے کے لئے آپ کے پاس بھیجا تھا ۔ آپ بوجہ ناداری کے خود ہی فاقہ سے تھے ۔ مگر اس عاجز کی کیونکر حاجت روائی نہ کرتے ۔ آپ نے ایک جَو فروش کے پاس جاکر اُس شخص کے لئے تھوڑا سا آٹا اودھار چاہا اُس جَو فروش نے اِنکار کیا ۔ آپ نے فرمایا اُس قدر آٹے کے عوض جتنی دیر کہو میں تمہارا آٹا پیس دوں ۔ اُس شخص نے قبول کیا اور آپ مقدارِ معیّن پیسکر اُجرت موعود لے کر اُس شخص کو دے آئے ۔

رحم وکرم

كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَّالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ ۔ وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَّالدَّهْرِ فِي هِمَمِ

نہایت صفائی سے کرتے اور مخاطب کے فہم کے مطابق اُس سے گفتگو کرتے۔
اور ہر بات کو اس طرح سمجھا کر کہتے کہ اس کے ذہن پر کالنقش فی الحجر ہو جاتی۔ آپ
زیادہ تر خوش رہتے۔ کبھی کبھی اپنے لوگوں میں شگفتہ ہو کر باتیں بھی کرتے۔
آپ نے کبھی قہقہہ نہیں مارا۔ صرف تبسّم فرماتے۔ آپ کے مزاج میں صفائی
بہت تھی۔ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے اور خوشبو نہایت پسند کرتے۔
آپ نہایت مہذب اور باحیا تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت صلح پسند تھی۔ اکثر
عربوں کے مناقشوں کا فیصلہ کرتے۔ آپ نہایت باوقار تھے۔ جو ایک دفعہ
دیکھتا آپ کی تعظیم اس کے دل میں جگہ کر جاتی۔ عروہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے
بارہا قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے مگر جس شوکت سے رسولِ خدا کو ان کے صحابیوں
میں بیٹھے دیکھا کبھی اُن شاہان والا جاہ کو اُس شان اور عظمت سے ارکینِ سلطنت
میں بیٹھے نہ دیکھا۔

اخلاق

فَمَا تَطَاوَلَ اٰمَالُ الْمَدِیْحِ اِلٰی ۔۔۔ مَا فِیْهِ مِنْ کَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

آپ نہایت خلیق تھے۔ جب رہ گذر میں کسی سے ملاقات ہوتی تو آپ سلام
اور مصافحہ کرنے میں پہلے اقدام فرماتے اور اس کی تعظیم کے منتظر نہ رہتے۔ راہ
میں کوئی لڑکا مل جاتا تو اُس کے مناسب اُس سے باتیں کرتے۔ ایک مرتبہ ایک
لڑکے سے پوچھا یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ یعنی اے ابوعمیر تمہاری بلبل کیا
ہوئی۔ اگر راہ میں کوئی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ خود نہ چھڑاتے

صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگرچہ اولاد سے بہت ہی محبت رکھتے تھے اور اس واقعہ کا آپ کو بڑا صدمہ تھا مگر اُس کی اِلتجا کو آپ رد نہ کر سکے۔

اِسی طرح وحشی قاتل حضرت حمزہ کو بھی معافی چاہنے پر معاف کر دیا۔ خونریزی سے حتی الوسع اجتناب کرتے۔ جب مکہ مفتوح ہوا اور آپ بطور فاتح مع لشکر شہر میں داخل ہوئے تو وہاں کے باشندوں سے جنھوں نے ایک زمانہ میں آپ کی توہین تذلیل اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا آپ نے ایسا سلوک کیا کہ کسی فاتح کی زندگی میں اِس کی مثال کم ملے گی۔

انکسار

کَرِیْمُ السَّجَایَا جَمِیْلُ الشِّیَمْ نَبِیُّ الْبَرَایَا شَفِیْعُ الْاُمَمْ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز زندگی نہایت ہی سادہ تھا۔ اپنے ذاتی کام کے کرنے میں آپ کو کبھی عار نہ آتی۔ کسی کام کے لئے غیر کے محتاج نہ رہتے بلکہ یہ گوارا نہ تھا کہ آپ کی وجہ سے کسی کو ذرا بھی تکلیف پہنچے۔ دوسرے سے خدمت لینا تو درکنار۔ خود لوگوں کی خدمت کرتے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں آپ کا خادم تھا جتنے کام آپ کے میں کرتا اُس سے زیادہ آپ میرے کام کرتے۔

اللہ اللہ یہ تواضع یہ اِنکسار کہ جس زمانہ میں خداوند عالم نے سارے عرب کی حکومت آپ کو بخشی تھی اور یہ اقتدار دیا تھا کہ ہرقل اور خسرو کو دعوتِ اِسلام بھیجی اور چار جانب سے بے شمار سلاطین اور والیان ملک کے قاصد آپ کے درگاہ میں حاضر ہو کر

آپ نہایت ہی رحیم دل کریم طبع حلیم مزاج تھے۔ کیا انسان اور کیا حیوان کسی کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ جاتی۔ مصیبت زدہ کی فریاد سُنکر بیتاب ہو جاتے اور فوراً اس کی فریاد رسی کرتے۔ کبھی کسی کے حق میں دُعاے بدنکرتے۔ بلکہ کسی نے ایک مرتبہ ایک کافر متمرد کے حق میں دعاے بدکرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے رحم کی درخواست کرنے کے لئے آیا ہوں نہ غضب کی۔ جو شخص جس چیز کی خواہش کرتا۔ اُس کے پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش فرماتے۔ عمر بھر کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اگر کسی سے خطا ہو جاتی تو درگذر کرنے میں ذرا تأمّل نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ خیبر میں ایک یہودیہ زینب نام نے کھانے کے ساتھ آپ کو زہر دیا آپ کے ساتھ ایک صحابی کھانے میں شریک تھے وہ فوراً جان بحق تسلیم ہوگئے آپ پر بھی زہر نے کچھ اثر کیا۔ جب دریافت کیا تو اُس یہودیہ نے قصور کا اعتراف کیا اور معافی چاہی۔ آپ نے فوراً معاف کردیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی بیٹی حضرت زینبؓ ہجرت کے وقت اپنے شوہر کے ہاں مکہ میں تھیں جنگ بدر میں قریش کے کچھ لوگ بندی ہوکر آئے۔ اُن میں آپ کے داماد بھی تھے۔ جب بندیوں کو رہا کیا تو آپ نے اپنے داماد سے وعدہ کرلیا کہ بی بی زینب کو مدینہ پہنچادیں۔ اُنھوں نے حسب وعدہ بی بی زینب کو مدینہ کی جانب رخصت کیا۔ راہ میں ایک سنگدل نے بی بی زینب کو ایسا نیزہ مارا کہ وہ محمل سے گر گئیں۔ اور بعد کو اسی صدمہ سے قضا کر گئیں۔ آں حضرت صلعم کو اس خبر سے نہایت رنج ہوا۔ ایکدن وہ قاتل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ جان بخشی چاہی۔ آنحضرتؐ

کہ کبھی کبھی ایک آدھ مہینے تک آپ کے ہاں آگ سُلگانے کی نوبت نہیں آئی۔

زہے شاہِ سکندر دل کہ درویشی ست ملک او | خہے مسکین بے سامان کہ دِ برگیتی ساما نش

عبدی

اُن کے اخلاق کس درجہ کے تھے۔کتب سیر میں نہایت بسط کے ساتھ آپ کی سیرت کا حال مرقوم ہے۔ مگر یہاں بغرض اختصار چند سطور پر اکتفا کیا۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

مناجات بجناب قاضی الحاجات

اے خداوندِ زمین وآسماں
صانعِ بیچون و خلاقِ جہاں

قادر مطلق کریم کارساز
بندہ پرور رحم گستر بے نیاز

مالکا ربا غفورا راحما
بادشاہا ہاں نگاہے .بر گدا

بادشاہا جُرم مارا درگذار
ماگنہگاریم و توآمرزگار

کوئی ہم رکھتے نہیں حُسنِ عمل
مغفرت ہے حشر میں طول امل

گو خطائیں ہیں ہماری بے شمار
بحرِ بخشش بھی ہے ناپیدا کنار

ہیں مگر بے انتہا دونوں صفت
تیری رحمت اور اپنی معصیت

مغفرت داریم امید از لطفِ تو
زانکہ خود فرمودۂ "لَاتَقْنَطُوْا"

نعمتیں کہ دین و دُنیا کی عطا
اپنے بندوں کو مرے حاجت روا

گو نہیں ہیں مستحقِ بخشش کے ہم
امتوں میں ہیں مگر خیر الاُمم

نام لیوا ہیں رسُولِ پاک کے
رحمتِ عالم شہ لولاک کے

دین بھی رکھتے ہیں ہم دینِ متین
ناسخ ادیان ماضی بالیقین

سر جھکاتے تھے۔ اُس وقت وہ شہنشاہِ درویش صفت اپنی بکری آپ دُوہ لیتے۔ اپنے کپڑے خود سی لیتے۔ اور اکثر رفو کرتے اور پوند لگاتے۔

نفس کشی اور سادگی

اُمرِ الکُلّ بعدلٍ وّسماحٍ وّ تُقًی — عمّر النفس بجوعٍ وّ توَرّم قدم

نان جویں اور خشک خرما اکثر آپ کی غذا تھی۔ دُودھ اور شہد کو مستلذات میں سے سمجھتے اور بخیال نفس کشی اکثر اُن چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرتے۔ آپ کبھی پیٹ بھر کر غذا نہ کرتے۔ اور تنہا نہ کھاتے۔ جو ماحضر ہوتا اُس میں غربا کو شریک کر لیتے ایک گروہ جن کو اصحاب صُفّہ کہتے تھے آپ کے ساتھ ہمیشہ کھاتے۔ آپ کی بُود وباش کے مکان بھی کیا تھے فقط جھونپڑیوں کی ایک قطار تھی۔ مٹّی اور خُرمے کے پتّوں سے ایک ایک حجرہ بنا ہوا تھا جن میں اہل بیت رہتے تھے۔ آپ کی مسجد بھی نہایت مختصر تھی۔ اس کی دیواریں اینٹ اور مٹّی کی تھیں۔ چھت کھجور کے پتّوں کی۔ مسجد کے باہر کے حصّہ میں وہ غریب مہاجرین رہتے تھے۔ جو اصحابِ صُفّہ کہلاتے تھے۔ آپؐ ایک پوستین پر سویا کرتے۔ رات کو بہت کم سوتے۔ اوّل شب کسیقدر آرام فرماتے اُس کے بعد صبح تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ جب کوئی دروازہ پر آتا جو کچھ موجود ہوتا فوراً دیدیتے اور جب میسّر نہوتا تو نرمی سے جواب دیتے۔ اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوا راہِ حق میں دے ڈالا۔ اور خود دُو دُو تین تین فاقے کئے۔ اور پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوک کے صدمہ کو دفع کیا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

اُس مہِ بُرجِ تقاوت کے لئے ۔۔۔ اُس دُرِ درجِ نقاوت کے لئے
عسکری باعزّ وشاں کے واسطے ۔۔۔ ہادیٔ آخر زماں کے واسطے
دوست کی اُمت پہ اپنی کر نظر ۔۔۔ ایکہ تو با دشمناں داری خبر
ہوگئے برباد ہم حد سے زیاد ۔۔۔ وقتِ رحمت اب ہے اے رب العباد
ہر طرف ہے موجزن بحرِ بلا ۔۔۔ اور چھائی ہے نحوست کی گھٹا
ڈوبتی کشتی کے میری ناخُدا ۔۔۔ ہم کو گرداب مذلت سے بچا
کر ہماری قوم کو عزّت عطا ۔۔۔ ایکہ خود گفتی تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ
رزق وافر جمع خاطر دے خُدا ۔۔۔ اور مکروہات دنیا سے بچا
دُور کر تو ہم سے کینہ اور نفاق ۔۔۔ دے تو باہم اتحاد و اتفاق
جنگ ہفتاد و دو ملّت کو مٹا ۔۔۔ دُور کر سب اختلافِ ناروا
ایک مذہب ایک مسلک دے دکھا ۔۔۔ منزلِ مقصود ہو تیری رضا
بدرِ کامل بڑھ کے جبتک ہو ہلال ۔۔۔ دولتِ عثمانیہ ہو لازوال
اِس مریضِ[۱] نیم جاں کو دے شفا ۔۔۔ ایکہ تو ہر درد را باشی دوا
آسماں جبتک کہ ہے ذات البروج ۔۔۔ شاہِ ایران کو ظفر دے اور عروج
ہو ترقی ہند میں اِسلام کی ۔۔۔ یا خدا برکت سے تیرے نام کی
ذکر ہو گھر گھر ترے محبوبؐ کا ۔۔۔ مومنوں کے لب پہ ہو صلِّ علیٰ

یا الٰہی بہر آلِ فاطمہؓ
قول ایماں پر ہو سب کا خاتمہ

مصنفہ

[۱] اِس زمانہ میں سلطنت عثمانیہ (ترکی) اسقدر ضعیف ہوگئی تھی کہ اہل یورپ اسے "سِک مین آف یورپ" (مریض اروپہ) کہا کرتے تھے مصنفہ کی دعا قبول ہوئی اور بعد جنگ عظیم ترکی نے یونانیوں کو شکست دیکر پھر اپنی قوت قائم کی۔

قوم بھی وہ تھی ہماری ایک دن / جس کا لوہا مانتے تھے اِنس و جن
صفحۂ تاریخ میں ہیں یادگار / جرأت و شوکت میں ہم ہیں سو ہزار
علم و حکمت فلسفہ تھے جانتے / متصف ہم باہمہ اوصاف تھے
جاگتے تھے ہم ابھی کیوں سو گئے / دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گئے
ہائے سب رخصت ہوئے صاحب کمال / اب پڑا ہے قوم میں قحط الرجال
وہ زمانہ کیا ہوا وہ دن کہاں / مٹ گیا ہے نقشِ پائے رفتگاں
ہم گنوا بیٹھے ہیں میراثِ پدر / یعنی اخلاقِ حمیدہ سربسر
اب عوض اُن کے ہیں ہم میں برملا / حِقد و کینہ غیبت و عجب و ریا
ناخلف اولاد ہم ہیں بے گماں / خانماں برباد ننگِ خانداں
کھیل کرتے پھرتے ہیں مذہب کے ساتھ / بیچتے ہیں دین کو دنیا کے ہاتھ
علم سے بے بہرہ ہم ہیں اس طرح / علم ہے نقطوں سے خالی جس طرح
مفلسی ہے آج گھر گھر میہماں / وہ ہماری دولت و ثروت کہاں
یا خدا خیر الوریٰ کے واسطے / شافعِ روزِ جزا کے واسطے
واسطہ ہے اہلِ بیتِ پاک کا / آل و اصحابِ شہِ لولاک کا
والیِ مُلکِ ولایت کے لئے / حضرتِ خاتونِ جنت کے لئے
واسطہ ہے سیّدِ مسموم کا / اور شہیدِ بے وطن مظلوم کا
خامسِ آلِ عبا کے واسطے / ساجدِ زین العبا کے واسطے
باقرِ نورِ امامت کے لئے / جعفرِ ماہِ صداقت کے لئے
کاظمِ مسموم ذیشاں کے لئے / یا خدا شاہِ خراساں کے لئے

کتاب کوکب دُرّی پر تقریظیں

مولنا الطاف حسین صاحب حالیؔ

کتاب میلاد النبی ۔موسوم بہ کوکب دُرّی مرسلہ جناب میرے پاس پہنچی ۔ اور میں نے اُسی وقت اُس کو قریب ایک نصف کے دیکھا ۔ نہایت خوشی کی بات ہر کہ ہمارے اہل علم زمانہ کی ضرورتوں کو محسوس کرنے لگے ۔ فی الواقع جس مقصد کے لیے آپ نے ذکر میلاد خیر العباد (صلعم) کے لیئے یہ طرز اختیار فرمائی ہے وہ نہایت اہم اور منوہ بالشان ہے ۔ اُمید کہ جو لوگ زمانۂ حال کی ضرورتوں سے خبردار ہیں وہ اس طرز میں ضرور آپ کی تقلید کرینگے ۔ میرا مدت سے ارادہ ہے کہ آج کل کی حالت کے موافق ایک رسالہ ذکر میلاد شریف میں لکھوں ۔ میرے اکثر دوستوں نے بارہا اس کی فرمایش کی ہے اور خاص کر تعلیم یافتہ نوجوان اس کے زیادہ خواہشمند ہیں مگر مجھے اب تک اس کے لکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ الحمدللہ کہ آپ نے اس باب میں سب سے سبقت کی ہے اور اسلام کی ایک ایسی خدمت کی ہے جس کا وہ سخت حاجتمند ہے جس بنیاد پر بعض اہل اسلام ذکر میلاد کو بدعت قرار دیتے ہیں اگر اس بنیاد کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس قاعدہ کے موافق کہ الضرورۃ تبیح المحظورات آجکل یہ ذکر شریف میری نزدیک واجبات سے ہے ۔ مگر جیسا کہ آپ نے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں ذکر میلاد کی قدیم کتابیں اور رسالے بجائے مفید ہونیکے
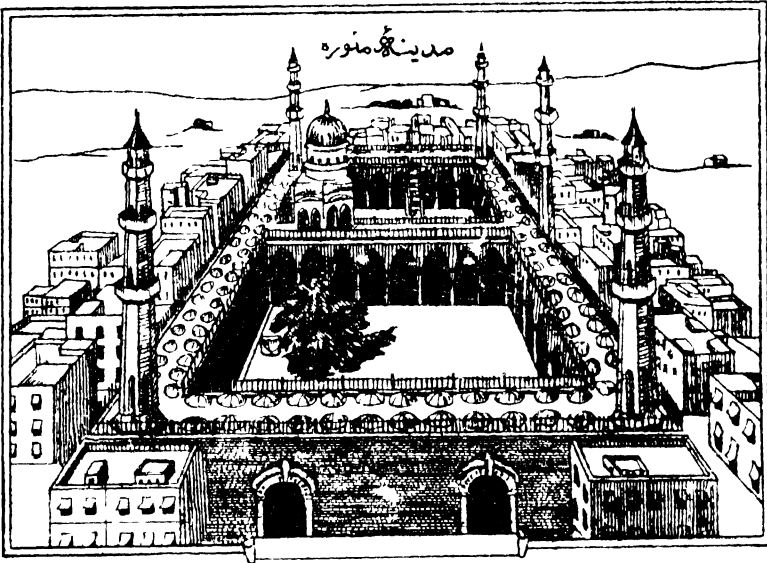
دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
کہ جس پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

زمیں کیسی وہ ہو گی جس جگہ جبرئیل آتے تھے
ملائک جس کی خاک پاک آنکھوں سے لگاتے تھے
پیام اللہ کا بہر نبی اللہ لاتے تھے
ستارے جس کے قدموں کے تلے آنکھیں بچھاتے تھے

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
کہ جس پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

نبی کا جس میں گھر جس میں مزار پاک عالی ہے
اسی حسرت سے درد و غم مرے دل کے حوالی ہے
وہ قبہ نور کا چاروں طرف یہ کیسی جالی ہے
وہ منبر کیسا ہے اور کیسی وہ مسجد اجالی ہے

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
کہ جس پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

جو زائر پھر کے آتے ہیں یہاں حج و زیارت سے
کروں کیا بس نہیں چلتا ہے اپنا کچھ بھی قسمت سے
تو انکو دیکھتے ہیں ہائے ہم کس چشم حسرت سے
خداوندا نہ رکھ محروم مجھ کو اپنی رحمت سے

مُصنّفہ کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ (ترجمہ از انگریزی)

آنرایبل مسٹر جسٹس امیر علی صاحب سی۔آئی۔ای۔جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں بہت ممنون ہوا کہ آپ نے کتاب میلاد شریف کی ایک جلد میرے پاس بھیجدی ہے۔ مجھ کو بڑا افسوس ہے کہ کثرت اشغال کی وجہ سے میں پیشتر اس کی رسید کا اقبال نہ کر سکا۔ اس چھوٹے سے رسالہ کو میں نے بڑی خوشی اور دلچسپی سے پڑھا اور چونکہ اس کو پڑھ کر میں بہت محظوظ ہوا۔ اس لئے آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ مُصنّفہ کو میرا شکریہ پہنچادیں۔ اس کتاب کی عبارت اور مضمون بہت ہی نفیس ہے اور طرز بیان مضامین اعلیٰ درجہ کی تعریف کے قابل ہے۔ (ترجمہ از انگریزی)

جناب مؤید الاسلام صاحب ایڈیٹر اخبار حبل المتین

کتاب میلاد النبی موسوم بہ کوکب دُری جلدے ازان بہ ادارہ رسید بدقّت ملاحظہ شدہ الحق کتابیست قل و دل باین خوبی و پاکیزگی کتاب مولود کمتر دیدہ ایم۔ مُصنّفہ اش قابل ہمہ گونہ تحسین است کتاب موصوف را بعبارت خوب و اسلوب مرغوب و مضامین صحیح و زبان شیرین ترتیب نمودہ وگوی سبقت را از بسیاری مرداں ربودہ خداوند توفیق دہاد این گونہ عورات را در ملت اسلام زیاد فرماید۔

اخبار چودھویں صدی

میلاد النبی الموسوم بہ کوکب دُرّی۔ یہ ۷۱ صفحہ کی ایک نہایت نفیس کتاب ہے۔

سخت مضر معلوم ہوتے ہیں۔ اب معجزات اور خوارق عادات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وعادات اور آپ کی تعلیمات کی خوبیاں بیان کرنے کا وقت ہے۔ شاید آپ کو یاد ہوگا کہ اوّل اوّل مشنری لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ قرآن میں کوئی معجزہ آپ کا مذکور نہیں ہے۔ مگر جب سے مغربی تعلیم مسلمانوں میں پھیلنے لگی ہے اور تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان خرق عادت کو محال سمجھنے لگے ہیں اُسوقت سے پادریوں نے یہ اعتراض کرنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ لوگ خوارق عادت کے قرآن میں مذکور نہ ہونے کو اور عندالطلب معجزہ لانے سے عجز ظاہر کرنے کو بجائے اس کے کہ نبی کی نبوت کے منافی سمجھیں اُس کو اس کے نبی برحق ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں پس آپ نے درحقیقت اس کتاب کے لکھنے سے اسلام کی نہایت عمدہ خدمت کی ہے خدا کرے اور لوگ بھی اس کی اتباع کریں اور مولود نویسی اور مولود خوانی کا طریقہ بالکل بدل ڈالیں۔

شمس العلما مولنا شبلی نعمانی صاحب

مولود جدید پہنچا۔ میں نے باوجود ضعف بیماری کے پڑھا۔ بے شبہہ آج کل ایک معقول رسالۂ مولد کی ضرورت ہے اور یہ رسالہ ایک حد تک اس ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

آنرایبل نواب سر خواجہ احسن اللہ بہادر کے۔سی۔آئی۔ای

کتاب کوکب دری پڑھ کر مجھ کو بڑا تعجب ہوا اور نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ میں

درج ہیں اِن کی نیک بخت بیٹی نے یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب اس مضمون پر
جو اس کے نام سے ظاہر ہے لکھی ہے ۔ بعد فاتحہ حمد و نعت کے فضیلت میلاد اور مختصر
حالات حضرت آدمؑ سے حضرت اسمٰعیلؑ تک نہایت خوبصورت اور شاندار لکھی گئی
ہیں جیسے کہ بہت کم مرد لکھا کرتے ہیں ۔ پھر ملک عرب کی کیفیت ، متولیان خانہ کعبہ
کے حالات ، زمانہ جاہلیت کے عربوں کی تمدنی حالات اور ان کے رسم و رواج ،
اُن کا مذہب توہّمات باطلہ اور عقائد ضعیفہ وغیرہ لکھ کر ہادیِ برحق کی ضرورت
ثابت کی ہے اور پھر ان کی پیدایش اور تبلیغ رسالت کا ذکر کیا ہے ۔ اس کتاب کی
چھوٹی تعریف یہ ہے کہ ایک تعلیمیافتہ مسلمان خاتون نے بڑی عمدگی سے لکھی ہے اور
خوبصورت چھپوائی ہے ۔

اس کتاب میں یہ مضامین بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں ۔ آں حضرت صلعم کی
تواریخی حالات سے یہ کتاب مزین ہے ۔ اس میں خلاف واقعہ مبالغہ امیز کوئی بات
نہیں لکھی گئی ہے ۔ آج کل ہمارے ملک میں زبانِ اُردو کی جو کتب میلاد شریف مروج
ہیں ۔ اُن میں ایسے بعید از عقل واقعات درج ہیں کہ جن کے سُننے سے حصول ثواب
تو درکنار ، مورد عصیاں ہونے کا خوف ہے ۔ لوگ نفع کی لالچ سے حقیقی واقعات کو
چھوڑ کر سامعین کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے اور جاہلوں میں جوش پیدا کرنے کے
خیال سے ہمارے رسولِ پاک کے متعلق واقعات کو خلاف واقعہ طور سے شعر و سخن میں
بیان کرتے ہیں جن کو پڑھ کر کبھی کبھی ہم لوگوں کو خجالت کے دریا میں ڈوبنا ہوتا ہے
اور پھر ایسی کتابیں ہندوستان میں ہر جگہ مقبول ہوکر مجالس میلاد شریف میں پڑھی جاتی
ہیں ۔ ایسی کتابوں کو پڑھ کر ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے اخلاق روز بروز بگڑتے

موضوع کتاب ایسا ہے کہ حسن معنی خود بخود حسن ظاہر سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیے اس کی مجموعی دِل آویزی ظاہر کرنے کو صرف اس کے بعض عنوانوں کا درج کر دینا کافی ہوتا۔ جنہیں ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ اگر ہم کماحقہ یہ بتا سکیں کہ کتاب کیسی لکھی گئی ہے تو شاید بغیر دیکھے ہوئے لوگ عش عش کریں اور جو ظاہر کر دیں کہ کس نے لکھی ہے تو غالباً مسلمانوں کا طبقۂ ذکور رشک کھائے اور طبقۂ اناث مارے خوشی کے پھولا نہ سمائے۔ ناظرین یہ نادر تصنیف ایک معزز خاتون کی ہے۔ جو عالیجناب مولانا عبیداللہ العبیدی السہروردی مرحوم سابق سپرنٹنڈنٹ مدرسہ ڈھاکہ کی دختر نیک اختر ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر مردوں میں غیرت اور جوش اور مسلمان عورتوں میں رشک اور بلند حوصلگی کی ایک اعلیٰ تحریک پیدا ہوگی۔ عالی خیالات محققانہ بیان۔ عالمانہ مگر شُستہ اور برجستہ زبان۔ سادگی و بلاغت ملی ہوئی اور پھر احتوای کلام ایسی باتیں ہیں جن کی بلا مبالغہ مردوں سے بھی کم توقع ہو سکتی ہے جا بجا حسب موقع و ضرورت نظم کی چاشنی بھی دی گئی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس مختصر تحریر میں اس گوہر نایاب کے ریویو کا حق ادا ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ناظرین خود منگا کر دیکھ لیں۔

پیسہ اخبار لاہور

میلاد النبی موسوم بہ کوکب دُرّی۔ مولانا عبیداللہ العبیدی سہروردی مرحوم کہ جن کی ابتدائی عربی زبان کی کتابیں پنجاب کے سرکاری مدارس کے نصاب میں

جاتے ہیں۔ اس لئے ہندوستان کے بہت بڑے عالم وفاضل مولنا عبیداللہ العبیدی السہروردی کی دختر محترمہ صاحبہ نے یہ بے بہا کتاب مشتمل بر روایات صحیحہ زبانِ اُردو میں لکھی ہے۔ اِس عمدہ کتاب کو پڑھ کر ہم لوگوں کو جس قدر خوشی حاصل ہوئی وہ بیانِ تحریر سے باہر ہے۔ ہم خداوند عالمین کے پاس اس معزز خاتون کی بہبودی کیلئے دعا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اب سے ہر مجلس میلاد میں یہ کتاب پڑھی جائیگی۔ اور سامعین اپنے مقاصد اصلی حاصل کرکے اور روایات صحیحہ سُنکر ثواب حاصل کرینگے جس قدر جلد ایسی لغو کتابیں جن میں خلاف عقل، خلاف واقعہ، غیر صحیح نقلیں درج ہیں ہماری مجلسوں سے غائب ہوں اور مثل اسی کتاب نادر کے اور کتابیں مستند روایتوں سے مملو ترویج پائیں اُسی قدر جلد ہماری قوم کی مذہبی و تمدنی حالت میں بلاشبہہ ترقی ہوگی۔ اس کتاب کو پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس مصنفہ کو تواریخ میں کس قدر دخل اور زبانِ اُردو میں کس قدر قدرت حاصل ہے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے نام نامی کو کیونکر زندہ کیا ہے۔